

سرکاری رپورٹ

بلوچستان صوبائی اسمبلی

دسویں اسمبلی رپانچواں اجلاس

مباحثات 2013ء

﴿اجلاس منعقدہ 27 اگست 2013ء بمطابق 19 شوال 1434 ہجری بروز منگل﴾

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	1
2	میر ظفر اللہ خان زہری نے اسمبلی رکنیت کا حلف اٹھایا۔	2
3	قانون سازی۔	3
10	بلوچستان لوکل گورنمنٹ کا (ترمیمی) مسودہ قانون صدرہ 2013ء (مسودہ قانون نمبر 3 صدرہ 2013ء)	4
32	تحریک التوا 11 منجانب مفتی گلاب خان کاکڑ	5

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 27 اگست 2013ء بمطابق 19 ر شوال المکرم 1434ھ بروز منگل بوقت دوپہر 12:01 بجے منٹ پریزیدنٹ جناب ڈپٹی اسپیکر میر عبدالقدوس بزنجو بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کونٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیْعًا لَّسْتُ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ط اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یَنْبِئُهُمْ

بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرٌ اَمْثَلِهَا ج وَ مَنْ جَاءَ بِالسَّیِّئَةِ

فَلَا یُجْزٰی اِلَّا اَمْثَلَهَا وَهُمْ لَا یُظَلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنِّیْ هَدٰیْنِیْ رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ

مُسْتَقِیْمٍ ﴿۱۶۱﴾ دِیْنًا قِیْمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ج وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ﴿۱۶۲﴾

﴿ پارہ نمبر ۸ سورۃ الانعام آیات نمبر ۱۵۹ تا ۱۶۱ ﴾

ترجمہ: جنہوں نے راہیں نکال لیں اپنے دین میں اور ہو گئے بہت سے فرقے، تجھ کو اُن سے کچھ سروکار نہیں، اُن کا کام اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہی جتلائے گا اُنکو جو کچھ وہ کرتے تھے۔ جو کوئی لاتا ہے ایک نیکی سو اُسکے لئے اُسکا دس گنا ہیں، اور جو کوئی لاتا ہے ایک بُرائی سو سزا پائیگا اُسی کے برابر، اور اُن پر ظلم نہ ہوگا۔ تو کہہ دے مجھکو سُبْحٰنِیْ میرے رَبِّ نے راہ سیدھی، دین صحیح، ملتِ ابراہیم کی، جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا شرک والوں میں۔ وَمَا عَلَّمْنَا اِلَّا الْبَلَاغَ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

انجینئر زمرک خان: جناب اسپیکر! point of order۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ بیٹھیں، جب استحقاق آجائے، اُس پر کارروائی شروع کریں گے، آپکو time دیں گے۔
ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (قائد ایوان): میں پریس والوں سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ token walk out ختم کر کے واپس آجائیں۔ میں اپنی policy statement آپکے سامنے رکھوں گا۔ میری گزارش ہے کہ آپ آجائیں۔۔۔ (مداخلت۔ مائیک بند)

جناب ڈپٹی اسپیکر: پہلے ایک دفعہ کارروائی شروع ہو جائے، ممبر صاحب حلف لے لیں اسکے بعد آگے کارروائی شروع کرتے ہیں۔ میر ظفر اللہ زہری صاحب! آپ یہاں آکر اپنی رکنیت کا حلف اٹھالیں۔
(میر ظفر اللہ خان زہری صاحب، رکن اسمبلی آئے اور جناب اسپیکر صاحب سے حلف اٹھایا)

جناب ڈپٹی اسپیکر: مبارک ہو۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) ایجنڈے کی کارروائی ختم ہو جائے جب اسمیں آجائیں گے پھر آپ اسکو table کر دیں۔ (مداخلت) اسی کو table کر دیں گے۔ ایجنڈے کی کارروائی ختم کریں ناں۔ (مداخلت)

انجینئر زمرک خان: جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ ایجنڈے کی کارروائی مکمل کرنے دیں۔

انجینئر زمرک خان: جناب اسپیکر! میری تحریک استحقاق ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جب استحقاق کی باری آئیگی اُس وقت آپکو table کرنے کا موقع دیں گے۔ پہلے rules کے تحت ہمیں ایجنڈے کی کارروائی تو شروع کرنے دیں۔ آپکو موقع دیں گے، بالکل۔ آپ اسکو table بھی کر دیں گے۔

انجینئر زمرک خان: جناب اسپیکر! لیکن پہلے مجھے موقع دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ بیٹھ جائیں کارروائی تو شروع ہو جائے، اسمبلی کی۔ آپکو موقع دیں گے۔ rules کے تحت جب کارروائی شروع ہو جائے گی۔ (مداخلت۔ شور) اس پر آپکو موقع دیں گے۔ آپ kindly بیٹھ جائیں، کارروائی جب شروع ہو جائے پھر تحریک استحقاق آجائیگی۔ جب time آجائیگا۔ آپ اُس وقت اپنا مؤقف بھی دے دیں۔ انکا بھی مؤقف ہے، ساری چیزیں دیکھ کر آگے چلائیں گے۔

انجینئر زمرک خان: جناب اسپیکر! مجھے دو منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ایک منٹ! اس طرح کارروائی کا طریقہ نہیں بنے گا۔ اسکو موقع دے دیں آپکو طریقہ کار کے مطابق موقع دیں گے اگر آپکو موقع نہیں دیا پھر آپ بولیں۔

انجینئر زمرک خان: جناب اسپیکر! آپ اجازت دے دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ابھی تک کارروائی شروع نہیں ہوئی آپ کیسے اسکو پیش کریں گے۔ ابھی تک بہت سارے لوازمات ہیں اسمبلی کے۔ میں rules کے تحت آپکو اجازت دوں گا ناں۔

انجینئر زمرک خان: جناب اسپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: میں آپکو موقع دوں گا اسکو آپ table بھی کر لیں گے آپ کیوں ضد کر رہے ہیں؟ ابھی تک اسمبلی کی کارروائی شروع نہیں ہوئی ہے۔ آپکو موقع دے دیں گے۔

انجینئر زمرک خان: جناب اسپیکر! مجھے موقع بعد میں دیں گے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: میں آپکو موقع دوں گا۔ سوالات نہ ہونے کی بناء وقفہ سوالات معطل کیا جاتا ہے۔ اب سیکرٹری اسمبلی اگر کوئی رخصت کی درخواست ہے تو پڑھیں۔ ٹھیک ہے نہیں ہے۔ سرکاری کارروائی برائے قانون سازی۔ وزیر اعلیٰ / وزیر لوکل گورنمنٹ، بلوچستان لوکل گورنمنٹ کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2013ء (مسودہ قانون نمبر 3 مصدرہ 2013ء) پیش کریں۔

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (قائد ایوان): میں وزیر اعلیٰ بحیثیت وزیر بلدیات، بلوچستان لوکل گورنمنٹ کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2013ء (مسودہ قانون نمبر 3 مصدرہ 2013ء) پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مسودہ قانون نمبر 3 پیش ہوا۔ وزیر اعلیٰ / وزیر لوکل گورنمنٹ، بلوچستان لوکل گورنمنٹ کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2013ء (مسودہ قانون نمبر 3 مصدرہ 2013ء) کی بابت اگلی تحریک پیش کریں۔

قائد ایوان: میں وزیر اعلیٰ بحیثیت وزیر بلدیات تحریک پیش کرتا ہوں کہ بلوچستان لوکل گورنمنٹ کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2013ء (مسودہ قانون نمبر 3 مصدرہ 2013ء) کو بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انضباط کارمجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 84 کے مقتضیات سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا بلوچستان لوکل گورنمنٹ کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2013ء (مسودہ قانون نمبر 3 مصدرہ 2013ء) کو بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انضباط کارمجریہ 1974ء کے

قاعدہ نمبر 84 کے مقتضیات سے مستثنیٰ قرار دیا جائے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: ہاں یاناں میں جواب دیں۔ تحریک منظور ہوئی۔ بلوچستان لوکل گورنمنٹ کا (تریمی) مسودہ قانون مصدرہ 2013ء (مسودہ قانون نمبر 3 مصدرہ 2013ء) کو بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انضباط کار مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 84 کے مقتضیات سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔ میڈیا کیلئے۔ اچھا! گئے ہیں۔ ایوان کی کارروائی۔ مورخہ 24 اگست 2013ء کے اجلاس میں مؤخر شدہ تحریک استحقاق نمبر 1 پر حکومت اپنے مؤقف کی وضاحت کرے۔

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (قائد ایوان): مسٹر اسپیکر! ہم سب جمہوری لوگ ہیں اور جمہوری سوچ رکھتے ہیں اور ایک غیر جانبدار الیکشن کمیشن پر ہمارا بھروسہ ہے۔ جب الیکشن کا اعلان ہوا، ہمارے ہاں ایک قومی اسمبلی اور تین صوبائی اسمبلی کے حلقے آئے تھے۔ اور یہ میں اس ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ جو coalition partners تھے ہم نے یہ تہیہ کیا ہوا تھا کہ گورنمنٹ کی influence کسی بھی حوالے سے ان الیکشنوں میں نہیں ہوگی۔ اور مختلف طریقوں سے اور خاص طور پر ہمارے لئے دو حلقے law and order کے حوالے سے انتہائی important تھے۔ ایک جھل مگسی دوسرا قلعہ عبداللہ۔ اس پر الیکشن کمیشن کے سامنے ہم بیٹھے۔ جو کچھ الیکشن کمیشن نے کہا، ہمیں بڑی ذمہ داری سے بول رہا ہوں، من و عن ہم نے وہی کیا۔ کچھ دوستوں کو جو الیکشن لڑ رہے تھے۔ پختونخوا ملی عوامی پارٹی کے دوستوں نے RO کے خلاف درخواستیں دی ہوئی تھیں۔ ANP کے دوستوں نے کچھ درخواستیں دی تھیں۔ تو ہم نے الیکشن کمیشن سے کہا کہ فیصلہ خود آپ نے کرنا ہے۔ ہم اس پر کوئی اثر انداز نہیں ہونگے۔ کیونکہ یہ ہماری commitment ہے اپنے لوگوں سے۔ الیکشن کمیشن کے کہنے پر ہم نے تمام اسٹاف یہاں بھیجا اور ایف سی اور آرمی کے لوگ بھیجے۔ ہم نے اتنی deployment کی کہ ہم maximum لوگوں کو secure کر سکیں اور الیکشن کو transparent کر سکیں۔ بد قسمتی سے وہاں 4:00 یا 4:30 بجے، کیونکہ اُس دن میں on line تھا۔ کہ کہیں نہ کہیں خدانخواستہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔ تو چار، ساڑھے چار کے قریب ہمیں message آیا کہ وہاں آپس میں ایک پولنگ اسٹیشن میں فائرنگ ہوئی ہے۔ جس کے نتیجے میں ایک آدمی مارا گیا ہے۔ اور تین زخمی ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کی طرف سے جہاں تک تعلق ہے۔ گورنمنٹ ان تمام مسئلوں سے، کیونکہ میں نے ذاتی طور پر اسکو deal کیا ہے۔ اور دونوں جانب سے اعتراضات آئے تھے، جھل مگسی پر بھی، ہم نے وہ اعتراضات بھی الیکشن کمیشن پر چھوڑے۔ کہ جو اسٹاف وہ مانگتے ہیں۔ جو چیزیں وہ سمجھتے ہیں وہ کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ جو coalition گورنمنٹ ہے، اس مرحلے میں مکمل غیر جانبدار رہی ہے۔ تاہم وہاں جو ناخوشگوار واقعہ پیش آیا

ہے۔ اُنکو قانونی طریقے سے۔ جو بھی قانون کہتا ہے اُسی حوالے سے ہم tackle کریں گے۔ as such ہم under تھے، الیکشن کمیشن کے۔ میری explanation یہی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وزیر اعلیٰ صاحب نے اس پر گورنمنٹ کا موقف دیا ہے۔ آپ اس سے مطمئن نہیں ہیں؟ انجینئر زمرک خان: میں اس سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں الیکشن ہوا۔ میں عوامی نیشنل پارٹی سے تعلق رکھتا ہوں۔ مجھ پر دہشتگردی کا الزام لگانے والا۔ یہ وہ پارٹی ہے جو دہشتگردوں کے خلاف لڑی ہے۔ 90 سالوں کی ہماری تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں کہ عوامی نیشنل پارٹی میں آج تک کوئی دہشتگرد پیدا ہوا ہے؟ سُن لو اس بات کو۔ آپ 1920ء سے لیکر۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: کیا آپ point of order پر بول رہے ہیں؟ انجینئر زمرک خان: جی۔ میں آپکو بتاتا ہوں۔ آپ میری بات تو سُنیں۔ آپ میری بھی نہیں سُنتے اور یہ بھی پیش نہیں کرنے دیتے۔ تو پھر کیا کروں میں؟ جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں ایسا نہیں ہے۔

انجینئر زمرک خان: آپ میرے ایک کزن کیلئے یہاں فاتحہ بھی نہیں پڑھوانے چھوڑتے۔ آپ خود سوچیں کہ میرے متعلق اُنکے ذہن میں کیا ہے۔ ایک آدمی خود تسلیم کرتا ہے کہ میں اُدھر گیا ہوں۔ میں کبھی حملہ نہیں کروں گا۔ جو آدمی زخمی ہوئے ہیں۔ آپ فیصلہ کریں، آپ انہی لوگوں کو بھیج دیں کہ اگر کسی کو گولی لگی ہے تو میں دہشتگرد ہوں؟ کہتے ہیں چار بندے ہمارے زخمی ہیں۔ ایک کو بھی اگر گولی لگی تھی تو میں دہشتگرد ہوں۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ اگر میرا کزن مارا گیا ہے۔ اُسکے لئے فاتحہ خوانی بھی نہیں ہوتی ہے۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): point of order.

جناب ڈپٹی اسپیکر: اُنکا point of order ہے۔

انجینئر زمرک خان: آپ مجھے سُن لیں، پھر وہ بات کریں۔ نہیں تو اس طرح بات تو نہیں ہو سکتی۔ آپ میری بات نہیں سُن رہے ہیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر! یہ کس rule کے تحت بول رہے ہیں۔ اسکو پابند کریں بس۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: یہ point of order پر بول رہے ہیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): اپوزیشن کے میرے فاضل رکن کس قاعدے کے تحت اپنا بیان

دے رہا ہے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: point of order پر بول رہے ہیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): point of order اُس نے نہیں کہا ہے۔ جناب اسپیکر! اگر point of order کہا ہے اور آپ نے اجازت دی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی انجینئر زمرک صاحب بولیں۔

انجینئر زمرک خان: آپ چاہتے ہیں تو میں استعفیٰ دے دیتا ہوں۔ آپ میری بات سُنیں۔ فیصلہ کورٹ پر چھوڑ دیں۔ نیک بی بی کے کیس 302 میں مجھے اندر کیا تھا۔ میں باعزت بری ہوا ہوں۔ میرے دو چچا میرے ساتھ سرور خان پور علیزئی جو عوامی نیشنل پارٹی کے صوبائی صدر تھے۔ انہوں نے بات کی ہے۔ میں اُس کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی۔ جی۔

انجینئر زمرک خان: میرے سر، میرے uncle، ملک یونس ساڑھے چار مہینے تک ہم جیل میں رہے۔ ہم نے face کر دیا۔ ہم بری ہو گئے۔ جو بھی ہوا۔ میں یہ نہیں چاہتا ہوں۔ ہم لڑنے بھگڑنے والے نہیں ہیں۔ ہم ایک جمہوری پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم تشدد پر یقین نہیں رکھتے۔ قسم اٹھالیں۔ قرآن ادھر رکھ لیں۔ اگر میں نے کیا تھا تو میں مجرم ہوں۔ اگر کسی اور نے کیا ہے تو کم از کم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لیں کہ یہ کس طرح کا الیکشن ہوا تھا؟ خُدا کیلئے۔ خُدا کو حاضر و ناظر جان کر۔ پشتون یا ہمارے بلوچوں کی روایات ہیں۔ ہم ایک tribal setup سے تعلق رکھتے ہیں۔ ادھر کسی پر زبردستی نہیں چلتی، ہم ترور ہیں۔ اور پشتونوں کی تاریخ رہی ہے، افغانوں کی۔ ہلاکو خان سے لیکر احمد شاہ بابا، محمود غزنوی آج تک اس قوم پر کسی نے زبردستی حکمرانی نہیں کی ہے۔ چاہے وہ بیس سال رہے ہیں، چاہے تیس سال۔ آپ لے لیں تاریخ۔ تو کیا کوئی ترور دوسرے ترور پر زبردستی کوئی سیاست کر سکتا ہے؟ نہ میں کر سکتا ہوں نہ جمعیت کر سکتی ہے نہ پشتونخوا کر سکتی ہے نہ پیپلز پارٹی۔ میں صرف ایک request کرنا چاہتی ہوں ایک پُر امن ماحول بنانے کیلئے۔ میں ابھی بھی ان لوگوں سے، یہ میرے دوست ہیں۔ میرا ان سے کوئی ایسا اختلاف نہیں ہے۔ سیاسی اختلاف ہے اور جمہوری اختلاف ہے۔ بالکل میں نظریے پر یقین رکھتا ہوں میں کوئی دہشتگردی کرنا چاہتا ہوں نہ میں لڑنا چاہتا ہوں۔ لیکن کسی کی زبردستی برداشت بھی نہیں کر سکتا ہوں۔ میں اپنے دفاع کیلئے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ یہ مجھے شریعت نے بھی، اسلام نے بھی، قانون نے بھی، دُنیا کا کوئی قانون اٹھا کر دیکھ لیں اگر

اسمیں حقیقت نہیں ہے میں نہیں کر سکتا ہوں تو میں withdraw ہو جاؤں گا۔ لیکن کم از کم میرے فاضل دوست، میرے اچھے دوست یہاں بیٹھے ہوئے ہیں وہ اس پر سوچ لیں۔ کہ اسکو ہم کس طرح کر سکتے ہیں؟ یہ زبردستی دشمنیاں پیدا کرنا کوئی اچھا رواج ہے؟ اگر ہم پشتونوں کی یکجہتی کے دعوے کرتے ہیں۔ تو آ کر پشتونوں میں ان چیزوں کو ختم کر لیں کیوں ان کو بڑھانا چاہتے ہیں؟ کیوں ان کو ہوادینا چاہتے ہیں؟ ہم کسی کے گھر کو کیوں جلانا چاہتے ہیں؟ کیوں وہ دوسروں میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں؟ میں زبردستی کرتا ہوں۔ میں اپنی بات کر سکتا ہوں۔ دوسروں کی بات یہ ہے کہ وہ خود جان لیں کہ کس طرح آئے تھے؟ یہ الیکشن کس طرح ہوا ہے؟ اور ڈیوٹیوں دینے کے لئے لوگ کدھر سے آئے تھے۔ میں نے لوگ لائے تھے، جمعیت نے لائے تھے۔ میرا کوئی ممبر نہیں آیا ہے۔ جمعیت العلمائے اسلام کا الیکشن تھا۔ یہ سارے ممبروں سے پوچھ لیں قرآن پر، کہ کوئی ادھر آیا ہے؟ میں تو اپنے دوست سے یہ کہتا ہوں۔ کہ آپ آئے، کم از کم آپ مطمئن کرتے۔ منظور کا کڑ صاحب آئے تھے۔ اُن سے سارے خوش تھے۔ اُنکی جو آئے تھے۔ میں اُنکی بات کرنا چاہتا ہوں۔ پولنگ والوں سے میں نے پوچھا۔ اُنہوں نے کہا کہ ”بہت پیار محبت سے ہمیں سمجھایا“۔ جن پولنگ پر اُنکی ڈیوٹی تھی۔ اُس نے کہا ”بہت اخلاق والے آدمی تھے“۔ جو بھی تھے ہم اُنکی کوئی بُرائی تو نہیں چاہتے۔ میں ابھی بھی اُن کے سامنے یہ کہتا ہوں۔ لیکن کم از کم یہ ہے کہ مجھے جلانے اور تباہ کرنے کی کوشش تو مت کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اُس کھڈے میں آپ خود گر جائیں۔ میں یہ بات اسلئے کرتا ہوں کہ قانون پر چھوڑ دو۔ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میرے دوست کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ جاؤ عدالت میں۔ اسمبلی میں تو ہم ایک دوسرے پر الزامات لگاتے ہیں۔ اسمبلی میں غلط غلط باتیں ایک دوسرے کے متعلق کرتے ہیں۔ ہمارے لئے تو یہ مناسب نہیں ہے۔ میں ایک نمائندہ ہوں۔ آپ بھی ایک نمائندہ ہیں، اپنے علاقے سے آئے ہوئے ہیں۔ ہم یہاں مل بیٹھ کر علاقے کی بہتری کیلئے کوئی بات کر سکیں۔ اُنکو ایک اچھا ماحول دے سکیں۔ یہ ہمارے لئے بہتر ہے۔ میں نے یہ بھی اُن سے کہا ہے۔ ٹھیک ہے میں الزامات لگاتا ہوں۔ میں نے پارٹی کے سربراہ کے متعلق کہا ہے۔ میں نے کہا کہ آجائیں پشتونوں کیلئے آپ کوئی قدم اٹھائیں میں ساتھ دوں گا۔ اگر میں نے نہیں دیا تو میرے مُنہ پر تھوکنے۔ لیکن اسمیں اخلاص اور ایمانداری ہونی چاہیے۔ اگر میں ہوں تو میں ایمانداری سے کروں گا۔ اگر یہ دوست ہیں یہ ایمانداری سے کریں۔ میں کسی سے کوئی دشمنی نہیں کرنا چاہتا۔ ہماری سیاسی دشمنی ہے۔ نہ اُنکے ساتھ میری جائیداد شریک ہے۔ نہ اُنکے ساتھ میرا کاروبار شریک ہے۔ نہ اُنکے ساتھ میری کوئی دکان ہے۔ نہ اُنکے ساتھ میری کوئی زمین ہے۔ تو پھر کس چیز کی جنگ ہے؟ سیاست میں، ہم جمہوریت کہتے ہیں۔ تو پھر جمہوری جنگ ہے۔ جمہوری طریقے سے

لڑنا چاہیے۔ ہر آدمی کو اپنے ووٹ کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ وہ جس طریقے سے ووٹ استعمال کرنا چاہے کر لے۔ ہم زبردستی کیوں کرتے ہیں۔ میں تو دوست سے کہتا ہوں کہ آپ کو کیا ضرورت تھی میری پولنگ پر آنے کی؟ آپکے وہاں ہزاروں کارکن موجود ہیں۔ آپکے بہت اچھے کارکن ہیں۔ خدا نخواستہ انکے ساتھ کچھ ہوتا۔ پھر ہم لوگ کیا کرتے۔ یہ تو ایک قیمتی سرمایہ ہے چاہے میرا دشمن ہے یا میرا مخالف ہے، جو بھی ہے۔ قیمتی سرمایہ ہے۔ ایم پی اے ہیں نمائندگی کرتے ہیں ایک علاقے کا ان کو اگر خدا نخواستہ گولی لگتی یا انکے ساتھ کچھ ہوتا تو ہماری اسمبلی کا نقصان بھی ہوتا۔ میں تو نہیں چاہتا ہوں کہ یہ ضائع ہو جائے۔ یا میرا کوئی اور دوست ضائع ہو جائے۔ یا میرے ساتھ ایسا ہو جائے۔ لیکن میں حق رکھتا ہوں کہ میرے ساتھ کم از کم اس طرح کا ظلم نہیں کریں۔ اگر ظلم کریں گے، مجھے دیوار سے لگائیں گے۔ تو میں کیا کروں گا؟ میں فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں آپ فیصلہ کریں۔ نواب صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان سے میں نے شکایت بھی کی تھی۔ آئی جی، ایف سی کے گھر میں کھانا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے۔ آپ پشتونوں کے نواب ہیں۔ آپ جب میرے کزن کے گھر آتے ہیں تو میرے پاس بھی آ جائیں۔ میں بھی آپ کو عزت دوں گا کبھی آپ کو کچھ نہیں کہوں گا۔ کوئی آ جائے مجھ سے بات کرے۔ میرے گھر پر آ جائے۔ مجھے دعوت دے میں نہیں گیا تو مجھ پر تھوکتا۔ اگر یہ کہیں کہ میں آپکے گھر آتا ہوں میں نے انکو نہیں چھوڑا پھر بھی مجھے غلط کہنا۔ لیکن اس طرح تو نہیں ہوتا ہے۔ کہ آپ میرے کزن کے گھر آتے ہیں میری دیوار ساتھ ہے۔ آپ میرے گھر نہیں آتے۔ سامنے بیٹھا ہوا آپ پوچھے لیں۔ میں نے کہا اس طرح تو ہم کیسے روایات کو برقرار رکھیں گے۔ آپ تمام پشتونوں کے نواب ہیں۔ صرف کا کڑ اور پشتونخوا میپ کا نہیں۔ آپ سب کو اعتماد میں لے لیں۔ آپ آ جائیں as neutral بندہ۔ آ جائیں فیصلہ کرتے ہیں کہ جی آؤ بیٹھے ہیں یہ تینوں جماعتیں کہ کس طرح الیکشن کرتے ہیں۔ کونسا حق دار ہے، ہم withdraw بھی ہو جاتے ہیں انکے حق میں۔ اگر یہ صحیح تھا تو میں withdraw ہو جاتا ہوں۔ میں نے کہا بھی ہے۔ میں نے جلسوں میں بھی کہا ہے۔ کوئی غلط بیانات دیتے ہیں وہ تو اور بات ہے۔ دیکھو ہمارا دل جلتا ہے۔ ہم نہیں چاہتے ہیں۔ ہماری طرف سے کوئی زبردستی اگر ہوئی ہے تو میں سزا کیلئے تیار ہوں۔ آپ کو حقیقت کہہ رہا ہوں۔ لیکن جن لوگوں نے کیا ہے۔ کم از کم اتنا تو کر دیں، الٹا الزام تو نہیں لگائیں۔ کم از کم سوچ لیں کہ اگر کچھ ہوا ہے تو بحیثیت لیڈر ایک بڑی پارٹی ہے۔ جن کی ایک تاریخ ہے۔ اچھی روایات رکھتے ہیں۔ تو کم از کم لوگوں کو دور نہیں کریں نزدیک کریں۔ اگر میں غلط ہوں۔ بھائی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے بات کی۔ ”کہ آپ بیان کیوں دیتے ہیں“۔ میں حق رکھتا ہوں۔ میں ایسی بات نہیں کروں گا کہ اسمبلی میں کوئی ایسی بد مزگی

پیدا ہو جائے۔ کم از کم فاتحہ تو ہم کریں۔ یہاں ہمارے اقلیتی برادران بیٹھیں ہوئے ہیں، ہم نے اُنکے لئے پڑھے ہیں۔ یہاں تو ایسے ہیں کہ ایسے blast میں کہ حکومت سے counter میں ہلاک ہوئے ہیں گورنمنٹ ناراض بھی ہوئی تھی ”کہ آپ لوگ دہشتگردوں کی فاتحہ لیتے ہیں“۔ اُنکی بھی فاتحہ لی گئی ہے۔ یہ اگر آپکا دشمن بھی تھا آپ لے لیتے یا۔ ہم دشمنوں کی بھی فاتحہ لیتے ہیں ایک دوسرے سے۔ تو یہ کیا میں محسوس نہیں کروں گا؟ کون فیصلہ کرے؟ زیارتوال صاحب! آپ اور نواب صاحب بیٹھ جائیں، آپ لوگ فیصلہ کریں آپ لوگوں پر میں چھوڑتا ہوں۔ میں خود نہیں کرتا ہوں میں غلط ہوں۔ یہ ساری اسمبلی بیٹھی ہوئی سُن رہی ہے ساری باتیں۔ اگر میرا استحقاق، حُدا کی قسم، قرآن پر، ساری انتظامیہ، اگر اس پولنگ پر ایک گھنٹہ بعد نہیں آتا پتا نہیں کیا ہوتا۔ میری پولنگ پر قہار ودان کا بیٹا ایجنٹ تھا۔ اُسکے گھر والی ادھر ایجنٹ تھی۔ ہماری بہن ہے، ہمارا بھتیجا ہے میں اُسکو غلط نہیں کہتا ہوں۔ میں نے اُنکو بچایا اُنکو بنگر میں بٹھا کر وہاں سے نکالا ہے۔ آپ پوچھ لیں اُن سے۔ میں نہیں پہنچتا تو پتا نہیں کیا ہوتا۔ حُدا کی قسم میں نے اپنے لوگوں سے کہا۔ کہ پٹل بھی اپنے پاس نہیں رکھنا ہے۔ گواہ ہیں۔ اگر ہمارے پاس ہوتا، چمن میں جو واقعہ ہوا۔ کیپٹن صاحب کے اور اصغر خان اچکزئی کے۔ کیپٹن کے لوگ گئے تھے اُس پولنگ پر۔ جو حملہ کیا، ادھر دو بندے مر گئے۔ اور جس نے حملہ کیا اُنکے چار بندے مر گئے۔ اگر میرے پاس پٹل ہوتا، تو شاید کوئی زخمی ہوتا ہماری گولی سے ان لوگوں میں۔ میں تو یہ نہیں کہتا ہوں۔ یہ تو صرف حق بات کرتا ہوں۔ میں غلط ہوں گا۔ یہ میری باتیں نہیں کہ سچ یہ ہیں۔ یہ تو فیصلہ عدالت کریگی کہ میں سچ ہوں یا وہ سچ ہیں۔ لیکن میں اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ کم از کم علاقے میں ہم ایک دوسرے کو لڑانے کی۔ اگر آج کوئی ہمیں لڑانے کی کوشش کریگا۔ کل کوئی آپکو لڑائے گا۔ ولی خان کی بات ہے کہ ”آپ کسی کے گھر میں پتھر پھینکیں گے وہ آپ کیلئے پھول نہیں پھینکے گا“۔ یہ تو افغانستان کا مسئلہ تھا۔ اور یہ آگ افغانستان تک نہیں رہیگی۔ یہ پنجاب تک جائیگی۔ آج وہ آگ کہاں تک گئی۔ 1978ء میں افغانستان میں جو انقلاب آیا۔ آج وہ آگ پنجاب تک پہنچی کہ نہیں؟ آج پورا پاکستان اُس میں جل رہا ہے کہ نہیں؟ آج وہی افغانستان ہمارے پاکستان سے بہتر ہے میں دعوے سے کہتا ہوں۔ کتنے مرتے ہیں ادھر ایک دن میں کتنے blast ہوتے ہیں؟ کتنے معصوم لوگ یہاں شہید ہوتے ہیں؟ کتنی مائیں بہنیں اپنے بھائیوں، خاندانوں اور باپ سے علیحدہ ہوتی ہیں؟ آپ ان چیزوں پر سوچ لیں۔ یہ آگ سب کو لپیٹ میں لے گی۔ اور ہم تو چاہتے ہیں کہ اپنے علاقے میں کم از کم اس آگ کو بجھادیں۔ ہم ان دشمنوں کو ختم کر دیں۔ میں ہر جگہ گیا ہوں۔ تو آپ لوگ بھی پہل کریں۔ آؤ ساتھ دے دیں، ان چیزوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ ایک اچھا ماحول پیدا کریں۔ ٹھیک ہے میں کل نہیں رہونگا

میں تھوکتا ہوں اس ممبر شپ پر، جو میں اس اسمبلی میں بیٹھا ہوا ہوں اور اپنے عوام کو فائدہ نہ دے سکوں۔ میں کیا کروں گا اس اسمبلی کو۔ میں کل اس سے withdraw ہو جاتا ہوں۔ تو سب، ہمارے مولانا صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ جتنے بھی ہمارے بلوچ، پشتون بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمارا ایک صوبہ ہے۔ ہمیں بھائیوں کی طرح رہنا چاہیے۔ ہم کو ان چیزوں سے دور رہنا چاہیے۔ ایک بھی انسان ضائع ہوتا ہے، ہمارے اسلام کے مطابق کہ ”جس نے ایک خون ناحق کیا اس نے پوری انسانیت کا خون کیا“ ہم ان چیزوں پر کب تک قائم رہیں گے۔ کب تک ان چیزوں پر جاتے رہیں گے۔ میں تو یہ کہتا ہوں میری تحریک استحقاق ہے۔ میں کیا کرونگا۔ مجروح کرو۔ میں اسکو پیش نہیں کرتا ہوں۔ لیکن کم از کم یہ میری باتیں ہیں۔ یہ آپ سے اور تمام دوستوں سے کہتا ہوں، ان چیزوں سے۔ بڑے خان ہیں، آجائیں پورے علاقے میں۔ نواب صاحب نے مجھ سے کہا کہ سبکی اور عبدالرحمن زئی کیلئے چلتے ہیں۔ پھر ایک دن کہا، پھر دوسرے دن نہیں کہا۔ میں تو انکے ساتھ جانے کیلئے تیار ہوں ہر جگہ مجھے لے جایگا میں ایک اچھا قدم اٹھانے پر بالکل انکے ساتھ ہوں۔ لیکن یہ ہے کہ کم از کم ایک آدمی کو اتنا دیوار سے مت لگاؤ۔ قندھاری لوگ کہتے ہیں کہ یا ایسے کریں گے یا پھر آپکے گریبان کو پکڑیں گے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ میں یہ ٹک کر کے نکل جاؤں تو وہ سمجھو کہ میں کر سکتا ہوں۔ تو پھر بھی ٹھیک ہے۔ اگر پھر میں لڑونگا تو پھر کیا تاہی ہوگی۔ پہلے بھی آپ لوگوں نے دیکھا کہ بیس بیس پچیس پچیس سال تک دشمنیاں چلتی رہیں۔ کسی کا ابھی تک حل نہیں نکلا ہے۔ پانچ سو لوگ ہم نے ان دشمنیوں میں ضائع کیے ہیں۔ دونوں طرف سے ہمارے بھائی ہمارے کزن ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں ہر طرف سے اگر ہوا ہے۔ اگر حمید زئی ہے یا غیبے زئی۔ اگر سلیمان خیل ہے۔ اگر عبدالرحمن زئی ہے، سبکی یا شمشوزئی۔ چھ قبیلے۔ اور سید بھی ادھر پڑے ہوئے ہیں، وہ بھی دشمنیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہماری تحصیل گلستان دشمنی سے خالی ہے؟ کون خالی کریگا اسکو؟ فرشتے آئیں گے آسمان سے؟ یا ہم لوگ کریں گے؟ ہم لوگ کریں گے فرشتے نہیں آئیں گے نہ امریکی اور روسی آئیں گے جو ہمارا صلح کریں۔ ہماری تحصیل میں کتنی دشمنیاں ہیں۔ آج ہمیں پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہم ایک دوسرے کو جان لیں۔ یہ تو بارود ہے۔ یہی تو امن وامان کا مسئلہ ہے۔ کون امن وامان برقرار رکھے گا؟ ہم کلاشنکوف پھینکیں گے تو امن وامان آئیگا۔ گورنمنٹ کیا لے آئیگی؟ ہم خود کش کیسے کنٹرول کریں گے۔ ہم bomb blast کیسے کنٹرول کریں گے۔ ہمارا ایک بچہ دوسرے کے راستے سے نہیں گزر سکتا۔ ہماری روڈز بند ہیں۔ ہر ایک اپنے لئے راستہ ڈھونڈتا ہے کہ ہم کس راستے سے چھپ کر جائیں۔ گلستان میں، قلعہ عبداللہ میں چمن میں۔ یہ امن وامان کون بحال کریگا، ہم کریں گے۔ گورنمنٹ کب تک ہمیں مارتی رہے گی، پکڑتی رہے گی۔ آؤ ہم آپس میں بیٹھ کر ان چیزوں کو ختم

کریں۔ آج سے کلاشکوف نہیں اٹھائیں گے برداشت کرنا ہے۔ میں برداشت کرونگا تو میری دشمنی ختم ہوگی۔ نہیں کیا تو یہ اور زیادہ ہوتی رہیگی۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان چیزوں کو ختم کریں۔ آؤ مل کے بیٹھ جائیں ان چیزوں کو ختم کریں۔ کیسے میں اپنے کزن کو مارونگا۔ ہم سارے رشتہ دار ہیں، پوچھ لیں یہ سارے میرے کزن بیٹھے ہوئے ہیں میں انکو کیسے قتل کرونگا۔ اُن سے تو پوچھیں وہ مجھے قتل کرتے ہیں؟ وہ تو اُنکی مرضی ہے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں اُن پر کبھی کلاشکوف اٹھالوں، یا چاقو اٹھالوں۔ میرا ضمیر مجھے اجازت نہیں دیتا۔ میں تو خود یہ چیز ہوں جو کہتا ہوں اُسی پر عمل کرتا ہوں۔ میرا دل اور میری زبان ایک ہے۔ اسلئے خدا نے کامیابی دی ہے۔ آج میں کیوں کرونگا انکے ساتھ۔ تو ان سے بھی یہی request ہے ان سے بھی یہی درخواست ہے کہ آؤ کم از کم علاقے کی بہتری کیلئے کریں۔ میرا تو یہ ہے۔ اور عدالت ہے عدالت پر چھوڑ دو یہ میری درخواست ہے اور ہم نے یہ باتیں کرنی تھیں۔ آپ خود سوچ لیں۔ اسمبلی کے دوست ہیں میرے معزز میرے عزیز ہیں سارے، خود فیصلہ کریں۔ منظور صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ابھی آئے ہیں۔ میں نے آپکے بارے میں کہا آپ سے ہماری پولنگ والے بہت خوش تھے۔ آپکی بہت صفت کر رہے تھے کہ بہت اچھا اخلاق والا آدمی ہے بہت پیار سے بات کر رہے تھے۔ میں تو ایسا نہیں ہوں کہ کسی کی بات کو ایسا کرونگا۔ یہ بھی شہاد اس نیت سے نہیں گیا تھا۔ کس طرح واقعہ ہوا، وہ بہتر جانتے ہیں۔ قتل و غارت کوئی نہیں چاہتا۔ لیکن ہو جاتا ہے۔ پھر اُس پر کم از کم بیٹھ کر دیکھتے تو لیں کہ کس طرح اسکو کرنا ہے۔ ہو گیا ہو گیا ابھی، میں نے کیا اس نے کیا اس نے کیا تیسرے نے کیا، عدالت فیصلہ کریگی لیکن اسکو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ مجروح ہوا ہے میرا مجروح ہوا ہے۔ اُنکا مجروح ہوا ہے۔ ایک نیا فیصلہ کریں۔ میں آپکا شکر یہ ادا کرتا ہوں سب دوستوں کا کہ اگر میں نے کوئی ایسی بات کی ہے جس سے کسی کی دل آزاری ہوئی ہے۔ تو میں اسکے لئے معافی چاہتا ہوں معذرت چاہتا ہوں۔ لیکن کم از کم ان باتوں پر سوچ لیں اگر میں غلط ہوں تو آپ لوگ فیصلہ کریں۔ بڑی مہربانی۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (قائد ایوان): جناب اسپیکر صاحب! میں آپکی مزید proceedings سے پہلے میڈیا کے جو دوست آئے ہیں، اُن لوگوں نے واک آؤٹ کیا تھا، میں اُنکا مشکور ہوں۔ اور تمام جو دوست بیٹھے ہوئے ہیں، چاہے اپوزیشن میں ہیں یا ریڈری میں۔ کل سے ایک سلسلہ بلوچستان گورنمنٹ کے بارے میں شروع ہوا ہے، میں اسکو تھوڑا سا explain کرتا ہوں۔ جو پارٹیاں اقتدار میں ہیں یا اپوزیشن میں، ہم سب تو لا اور عملاً عدلیہ کی بالادستی اور press کی آزادی کے قائل ہیں۔ ہم اپنی زندگی میں کوئی ایسا عمل نہیں کریں گے جس سے عدلیہ، میڈیا اور legislations کو نقصان پہنچے۔ کل جو واقعہ ہوا تھا، چونکہ ہم cabinet

کی میٹنگ میں تھے، تو یہ میٹنگ ایک دفعہ ہم نے کی پھر break up کیا، گورنر صاحب کے پاس چلے گئے، پھر واپس آئے۔ تو میٹنگ کے بعد بھی ہم جا کر as usual لوگوں سے ملے، دوستوں سے ملے۔ مجھے مغرب کے وقت سینیٹر اعتر از حسن کا فون آیا۔ اُس نے کہا کہ ”جی ڈاکٹر! آپ نے ARY پر دہشتگردی کا پرچہ کاٹا ہے“۔ تو میرے لئے ایک بہت بڑا سوال تھا۔ میں چیف منسٹر ہوتے ہوئے بھی مجھے پتا نہیں تھا۔ تو میں نے اعتر از صاحب سے کہا ”کہ آپ تھوڑا سا ٹھہریں، میں چونکہ cabinet کی میٹنگ میں تھا اور دوسری مصروفیات تھیں۔ Let me to check the problems. Then I called the responsables. تو میں نے اُن سے پوچھا کہ جی! کیا ہوا ہے؟ اُس نے کہا کہ ”جی! سپریم کورٹ کے کہنے پر ہم نے یہ پرچی کی ہے“۔ Then I rang up again to Aitezaz کہ بھی ”یہ step اُنکے کہنے پر ہوا ہے اور ہم نے اُسکے حکم کی تعمیل کی ہے۔ خیر ہم نے جب دیکھا تو میڈیا پر یلغار شروع ہوا۔ اور میں نے پہلی دفعہ تین چار گھنٹے ARY کو بڑا enjoy کیا۔ اگر شاید بیٹھے ہوئے ہیں، تو میں نے رات کو آپکو بہت enjoy کیا ہے۔ تو جب یہ سلسلہ چلا تو ہم نے گورنمنٹ کی طرف سے کہا کہ یہ جو کچھ ہم نے کیا ہے وہ سپریم کورٹ کے احکامات کے مطابق کیا ہے۔ پھر صبح سویرے سپریم کورٹ کے رجسٹرار نے ہمارے میڈیا ایڈوائزر جان بلیدی صاحب کو طلب کیا۔ تو جب ہم وہاں گئے تو اُس نے کہا ”جی! یہ آپ لوگوں نے کس کے کہنے پر کیا ہے؟“ ہم نے کہا، meanwhile رات کو بھی میں نے اُنکی judgement منگوائی تھی، جب یہ سلسلہ چل رہا تھا۔ کیونکہ یہ بات اُس judgement میں نہیں تھی۔ پھر میں نے اُسکو check کیا، تو ذمہ دار بیٹھے ہوئے تھے، تو انہوں نے کہا ”جی! اس نے verbally کہا ہے، سپریم کورٹ کبھی کبھار verbally بھی کہتی ہے۔ تو ہمیں اُسکا آرڈر ماننا ہے“۔ تو رجسٹرار نے کہا جی آپ نے کیا ہے۔ میں نے کہا کہ ہمارے جو لوگ وہاں موجود تھے بیورو کریسی اور پولیس کے، اُن لوگوں نے ہمیں convey کیا کہ یہ ایک آپ نے آرڈر دیا ہے۔ اُس نے کہا ”جی! ہم نے یہ آرڈر نہیں دیا ہے“۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا پیچیدہ مسئلہ بن گیا اور بلوچستان گورنمنٹ کیلئے واقعی ایک عجیب صورت حال بن گئی۔ کہ سپریم کورٹ نے آرڈر نہیں دیا ہے اور ہمارے ذمہ داروں نے جا کر FIR درج کی ہے۔ میں سب سے پہلے ARY کی جو مینجمنٹ ٹیم ہے، اُسکے دوست ہیں، اُن سے اس floor پر معذرت کرتا ہوں۔ کیونکہ جو کچھ ہوا ہے وہ ہمارے لوگوں کی غلطی سے ہوا ہے۔ اور جو FIR درج ہوئی ہے، اب میں انکو withdraw کرتا ہوں۔ اور اس حوالے سے جو کچھ ہوا ہے misunderstanding ہوئی ہے۔ کوئی اور چیز ہوئی ہے۔ اُسکے لئے میں انکو آری کا آرڈر دیتا ہوں کہ

کون تھے جن لوگوں نے سپریم کورٹ نے نہیں کہا اُن لوگوں نے FIR درج کی۔ جسکی وجہ سے اس coalition گورنمنٹ کی رات سے ایسی سبکی ہو رہی ہے۔ اور میں ARY کے نمائندے اگر بیٹھے ہوئے ہیں، میں ان سے کہتا ہوں کہ شاید جو programmes رات کو ان لوگوں نے شروع کیے تھے۔ وہ کہتے ہیں ناں، کوئی انگریزی proverb ہے، کہ آپکی آزادی اُس وقت ختم ہو جاتی ہے جب میری ناک شروع ہوتی ہے۔ تو آپ آزادی کو اس حد تک نہیں لے جائیں کہ کسی کے ناک کو پکڑ لیں۔ ہم آپکی آزادی کے قائل ہیں۔ ہم پر تنقید کریں۔ اس گورنمنٹ میں جو کچھ خامیاں ہوئی ہیں اُن پر تنقید کریں۔ لیکن رات کو ملتان صاحب اور ڈاکٹر نازش کو میں اچھی طرح سے جانتا ہوں، اُن لوگوں نے جو campaign کی اور مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑا کہ کچھ لوگ جو یہاں سے منسلک تھے، ہمارے background کو بھی جانتے تھے، اُن لوگوں نے بھی بہتی گنگا میں اپنے ہاتھ دھو لیے ”کہ جی! واقعی ایسا ہے“۔ تو میں assurance دیتا ہوں اپنے دوستوں کو، اسکی explanation سلئے میں نے کی کہ I withdraw all the warrant's against ARY and I hope کہ جس فراخ دلی کی نشاندہی اس coalition گورنمنٹ نے کی ہے۔ یہ اسی جذبے کے ساتھ ARY نے جو رات کو جو گورنمنٹ کی اور خاص طور پر میری media trial کی ہے، اُسکو ذرا دیکھیں اور ایسا نہ ہو کہ کہیں آپ بھی کچھ اور track پر جا رہے ہیں۔ اور اسکے ساتھ ساتھ جو میڈیا کے دوسرے warrant's جو وقتاً فوقتاً نکلے ہیں، میں اُن پر case پر case چاؤنگا۔ اور انکو sure کر لوں گا کہ اگر جہاں کہیں کورٹ کے آرڈرز نہیں ہیں، تو اُن پر، اُنکو ہم withdraw کر لیتے ہیں۔ But I will go to case to case. ایسا نہ ہو کہ کہیں ہمیں پھر contempt of court کے notices ملنے شروع ہو جائیں۔ انہی گزارشات کے ساتھ، تو میں سمجھتا ہوں کہ جو باقی مقدمات ہیں، اُس سلسلے میں میں نے یہی کہا کہ اگر عدلیہ نے نہیں کہا ہے، تو ہمیں میڈیا سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بیشک وہ لکھیں۔ بیشک ہم پر تنقید کریں۔ وہ ہم withdraw کر لینگے۔ لیکن میں میڈیا دوستوں کی م کہ آپ ARY نے جو رات سے، میں نے پہلی مرتبہ چار گھنٹے ARY دیکھا ہے۔ تو جو ARY نے کیا ہے اگر یہ میرے میڈیا کے دوست سمجھتے ہیں کہ اُس نے بھی ٹھیک کیا ہے۔ تو پھر یہ بھی تنقید ہم برداشت کریں گے۔ thank you very much. ---

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب ڈپٹی اسپیکر: حکومت کی مثبت یقین دہانی پر تحریک نمٹائی جاتی ہے۔ سندھ اسمبلی کے MPA یوسف شاہوانی صاحب، آفیسر زگیلری میں بیٹھے ہوئے ہیں اُنکو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر! point of order! میں اور دونوں تحریکوں پر بحث بھی ہے، بہر حال ابھی point of order پر کچھ چیزوں کی وضاحت کرنا چاہوں گا آپ کے House کے سامنے پیش کروں گا۔ سب سے پہلے میں جناب اسپیکر! ہماری اسمبلی کے معزز رکن ظفر زہری صاحب نے حلف اٹھایا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وہ تو تحریک حکومت کی مثبت یقین دہانی پر نمٹا دی گئی ہے۔ آپ اس پر پہلے بول سکتے تھے، وزیر اعلیٰ صاحب نے اس پر اپنے comments دے دیئے ہیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): آپ نے تحریک استحقاق نمٹا دی۔ کیا نمٹایا ہے آپ نے؟ جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک استحقاق نمبر 1۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): ہم حکومت میں ہیں، ہم نے تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ We belong to trasury benches.

جناب ڈپٹی اسپیکر: وزیر اعلیٰ صاحب نے اس پر بات کی ہے اور یقین دہانی کر دی ہے۔ جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): وزیر اعلیٰ صاحب نے House کے سامنے وضاحت پیش کی کہ ہماری یہ پوزیشن تھی۔ اس طریقے سے ہم تھے۔ لیکن استحقاق جن کا مجروح ہوا ہے۔ جناب ڈپٹی اسپیکر: وزیر اعلیٰ صاحب سے پہلے آپ اس پر بول لیتے۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): نہیں، اُس نے صرف وضاحت کی کہ ہم نے حکومت کے طور پر یہ یہ کام جو ہمیں سونپے گئے تھے، ہم نے شفاف طریقے سے سرانجام دیئے۔ تحریک استحقاق کے بارے میں جو ہم نے پیش کی، اُس نے کہا ہی نہیں ہے۔ استحقاق تو اب تک ویسے کے ویسے ہی موجود ہے۔ اور اُس پر ہم دوست بولیں گے۔ اُس پر بات کریں گے۔ آج کیلئے آپ نے رکھی ہے۔ تو kindly آپ اس تحریک استحقاق کو تو اس طریقے سے نہیں نمٹا سکتے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جب تحریک استحقاق پیش ہوئی تو وزیر اعلیٰ صاحب نے اس پر اپنا موقف دیدیا اور گورنمنٹ کے موقف پر بات کی ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! تحریک استحقاق میری تھی میں ابھی تک بولا ہی نہیں ہوں۔ جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ نے چوبیس تاریخ کو اس پر تفصیلی بات کی آج تو گورنمنٹ کے موقف کے اس پر تھے۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): آپ رولز پڑھ لیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: رولز آپ پڑھیں جناب اسپیکر۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): تحریک استحقاق پر کیا کچھ کہا جاسکتا ہے۔ کہاں تک جاسکتے ہیں۔ تو ہماری تحریک استحقاق کا اب تک موجود ہے۔ تو یہ رولز کے مطابق۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آج اس پر حکومت کے مؤقف کی وضاحت میرے خیال اس پر باقی تھی تو وزیر اعلیٰ صاحب نے اس پر اپنا مؤقف دے دیا۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): جناب! کس قاعدے کے تحت آپ نے اسکو نمٹایا۔ کس ruling یعنی حکومت کی طرف سے آپکے پاس کیا آیا کہ استحقاق مجروح ہوا ہے یا نہیں۔ We are facing these things. یہ ہوا ہے، نہیں ہوا۔ تو کس کے کہنے پر۔ محرک خود بیٹھا ہوا ہے۔ ہم ٹریڈری پنچر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر اپوزیشن کی طرف سے کوئی آتا اور یہ یقین دہانی کر دیتی کہ ہم یہ کرینگے وہ کرینگے۔ اب تک تو ایک لفظ، ایک فقرہ آپکے سامنے اُس نے نہیں رکھا ہے۔ اُس نے صرف صورتحال بیان کی کہ ہم اس الیکشن میں غیر جانبدار رہے۔ جو ہماری ڈیوٹیاں تھیں۔ پشتونخوا ملی عوامی پارٹی کی طرف سے، جمعیت علماء کی طرف سے۔ عوامی نیشنل پارٹی کی طرف سے۔ جو اعتراضات آئے، ہم نے الیکشن کمیشن کو بھجوائے۔ الیکشن کمیشن نے جو کیا ہم اسکے پابند رہے۔ ہم نے اپنے طور سے کسی بھی اُس میں مداخلت نہیں کی۔ یہ وزیر اعلیٰ صاحب کا statement تھا۔ اور ہم نے یہ کیا ہے۔ اب میں آپکے سامنے کھڑا ہوں۔ نصر اللہ زیرے کا جو استحقاق مجروح ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وزیر اعلیٰ صاحب نے کہا ”کہ میں اس پر انکو آئری کرادونگا، جو واقعہ ہوا ہے“۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): کس نے کہا؟ میڈیا کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ میڈیا کے بارے میں کہا ہے کہ بالکل انکو آئری کرادونگا۔ فلاناں کرونگا کہ یہ کیسے ہوا کیونکر ہوا۔ اور ہماری گورنمنٹ پر اس قسم کے الزامات کیونکر لگے۔ اس پر تو اُنکی اپنی رائے تھی۔ Leader of the House کی حیثیت سے۔ گورنمنٹ کی حیثیت سے۔ لیکن میں پھر پارٹی کی حیثیت سے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہوا ہے، جس طریقے سے ہوا ہے۔ ہم بھی کم از کم ایک معاشرے سے تعلق رکھتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی۔

مولانا عبدالواسع (قائد حزب اختلاف): جناب اسپیکر! میرے خیال آج کے دن کی کارروائی۔ اور وزیر اعلیٰ

صاحب کے کہنے کے بھی مطابق انہوں نے اُس دن میڈیا کی جو بات کی۔ تقریباً نو دس دن سے جو اسمبلی کا اجلاس چل رہا ہے law and order پر آج کا دن بحث کیلئے آپ نے رکھا تھا۔ میرے خیال میں اس پر بحث شروع کر دیں۔ تحریک استحقاق وغیرہ کا بھی law and order کے ساتھ تعلق ہے۔ اس طرح ایک کہتا ہے کہ قتل ہوا ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ تیسرا کہتا ہے کہ میرے لوگوں کو مارا ہے۔ یہ سارے law and order کے اندر آتے ہیں۔ اس پر سارے اراکین اپنی اپنی بات کر لیں۔ کیونکہ جب بھی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا ہے۔ تو اس میں law and order کیلئے ایک دن مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے لئے پہلا دن تھا جس میں چیف منسٹر صاحب تشریف نہیں رکھتے تھے۔ ابھی وزیر اعلیٰ صاحب بھی ادھر ہیں۔ تو میری گزارش یہ ہے تمام حکومتی بیٹوں سے کہ law and order پر بات کر لیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر! آپ آج کے ایجنڈے کے پانچویں نکتے پر آئے نہیں ہیں۔ اور آپ کہتے ہیں کہ میں نے ruling دے دی ہے۔ آپ اس ایجنڈے پر سرے سے آئے نہیں ہیں۔ آج کے ایجنڈے کا پانچواں جو نقطہ تحریک استحقاق ہے۔ اس پر ابھی تک آپ آئے ہی نہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ایوان کی کارروائی جب شروع ہوئی، تو پہلا، زیارتوال صاحب! آپ بیٹھیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): آپ بات سن لیں point of order پر قائد ایوان اٹھے اور انہوں نے اس معاملے کے بارے میں وضاحت کی۔ آپ بات سن لیں آپ اس پر آئے ہی نہیں ہیں۔ آپ نے ابھی تک پانچواں ایٹم call ہی نہیں کیا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ بیٹھیں kindly۔ جب ایوان کی کارروائی شروع ہوئی تو سب سے پہلے استحقاق نمبر 1 پر ہم نے گورنمنٹ کا مؤقف جاننے کی کوشش کی، تو وزیر اعلیٰ صاحب اس پر اٹھے اور اپنا مؤقف دے دیا۔

قائد ایوان: جناب اسپیکر صاحب! آپ نے مجھ سے کہا ”کہ situations کو، آپ کا مؤقف کیا ہے؟“۔

میں نے ایکشن پر وضاحت کی۔ تحریک التوا، استحقاق کو نمٹانے کا اپنا ایک طریقہ کار آپ کے قاعدے میں درج ہے۔

آپ اُسکو اگر اُسی طریقے سے۔ یا تو یہ ہے کہ میں اس کو زور دیتا کہ جی! آپ اُسکو withdraw کریں۔ اگر

اُس نے withdraw کیا تب اُس پر بحث نہیں ہوگی۔ یہ میری یقین دہانی ہے۔ کہ میں نے ایکشن کے بارے

میں کہا۔ باقی چیزیں تحریک استحقاق تو اُسی طرح ہیں۔ میں نے اُس پر press نہیں کی ”کہ آپ

press نہیں کریں گے“۔ تو لہذا جو بھی تحریک استحقاق کا procedure ہے۔ چاہے اپنا مرکز بھائی کا ہو یا

یہاں کا ہو۔ اُسکو اُسکی procedure کے مطابق آپ کو چلانا پڑے گا۔ جتنا آپ time دے دینگے اُس پر

debate ہوگی۔ پھر آپ کی مرضی ہے، House کی مرضی ہے کہ اسکو استحقاق کمیٹی میں بھیجیں گے یا یہیں پر kill کریں گے۔ تو میرے خیال میں جو rules ہیں، آپ سیکرٹری صاحب! اسکو اسی طرح اگر لے جائیں گے تو پھر زیادہ بہتر ہوگا۔

حاجی گل محمد خان دمڑ: جناب اسپیکر! point of order

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی۔

حاجی گل محمد خان دمڑ: جناب اسپیکر! امن و امان کے مسئلے پر جو تحریک التوا پیش ہوئی تھی اور آج کا دن اُسکے لئے مقرر تھا۔ تحریک استحقاق پر بعد میں آپ بینک دونوں طرف سے بات سنیں۔ ہماری طرف سے ہمارا بھی مؤقف ہوگا اور اُنکا بھی۔ جو سارا صوبہ جل رہا ہے۔ اور آگ لگی ہوئی ہے۔ لوگ مر رہے ہیں اور خود کش دھماکے ہو رہے ہیں۔ اُنکو تو آپ بعد میں سنیں گے۔ اور تحریک استحقاق کو آپ بعد میں سنیں گے۔ پہلے اُنکو سنیں۔ پھر اسکے بعد انکی۔ وزیر صاحب کے تو نقطے ختم نہیں ہوتے۔ فلاں نقطہ آگے ہے، فلاں نقطہ بعد میں ہے۔ پہلے بھئی! اُنکو آپ سنیں۔ جو سارے صوبے سے لوگ جا رہے ہیں، نقل مکانی کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: باقی نمٹا دیتے ہیں۔ اس پر آگے rules دیکھ کر بات کرتے ہیں۔

جناب عبدالرحیم زیا توال (صوبائی وزیر): rules تو پڑے ہیں۔ rules کا کونسا دفعہ آپکو پڑھ کر سناؤں۔ میرے فاضل دوست دمڑ صاحب نے کہا ”کہ انکے نقطے ختم نہیں ہوتے“۔ بھائی! یہ جو کتابچہ دیا ہے اُنکو بھی اسکا پابند ہونا چاہیے آپکو بھی، مجھے بھی۔ اگر میں violation کر رہا ہوں آپ مجھ سے کہہ دیں۔ اگر دمڑ صاحب کہہ رہے ہیں۔ آپکو کم از کم کہنا پڑیگا کہ بھئی! استحقاق جو تحریک ہوتی ہے، اُسکو سب پر فوقیت حاصل ہے۔ اور ایجنڈے پر جو پانچواں نقطہ ہے اسکو اب تک call ہی نہیں کیا گیا ہے۔ ابھی یہ آپ کہتے ہیں ”کہ نہیں اسکو چھوڑو فلاں چیز ہے، صوبہ جل رہا ہے“۔ صوبہ جل رہا ہے۔ فلاں چیز جل رہی ہے۔ لیکن جو rules ہیں، انکے مطابق ہم جائینگے۔ یہ rules مجھے بھی follow کرنے پڑینگے اور زمر خان، مولانا واسع صاحب اور دمڑ صاحب کو بھی۔ اگر وہ اسکو follow نہیں کریں گے کہ نہیں بس ہم جس طریقے سے چاہتے ہیں۔ یہ خواہشات کی بات نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف: جناب اسپیکر! تحریک استحقاق آپ ادھر اسمبلی میں لائے۔ اور اس دن کیلئے آپ نے رکھی۔ جب تک withdraw نہیں کیا جائے یا اس پر بحث جو بھی House فیصلہ کریگا تو اُس وقت تو انکی بات صحیح ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہ امن و امان، law and order کی جو تحریک التوا آئی ہے، جو نصر اللہ زیرے

نے بھی پیش کی تھی۔ اور اپوزیشن کی طرف سے بھی آئی تھی۔ یہ ان سے پہلے بھی تھی۔ اور اسکے لئے یہ دس دن سے اسمبلی تاریخ درتاریخ۔ law and order پر بحث مکمل کر کے اسکے بعد تحریک استحقاق پر بحث کر لیں۔ پھر اسکے بعد جو بھی کارروائی ہوگی اس پر بحث کر لیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جو کارروائی پہلے ہے اُس پر پہلے بات کی جائے، وہ نمٹائیں۔ اور جو بعد میں آئی ہیں تو اُس پر بعد میں آپ۔ یہ تو آپکو اختیار ہے یعنی rules میں۔ چلو، یہ کہتے ہیں کہ آج کے دن جب تک کہ یا وہ withdraw نہ کیا جائے یا بحث اس پر نہ ہو جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ یہاں تک ٹھیک ہے۔ لیکن یہ نہیں کہ خواجواہ اسکو فوقیت دی جائے۔ کیونکہ پورے صوبے کے law and order کے حوالے سے جو دو، تین تحریک التوا آئی ہیں۔ ان پر بحث مکمل کر کے وہ نمٹادیں۔ پھر اسکے بعد تحریک استحقاق پر بحث کریں۔

جناب عبدالرحیم زیا تو ال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر!

ڈاکٹر شیخ اسحاق بلوچ: جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی وہ point of order پر ہیں۔

جناب عبدالرحیم زیا تو ال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر! میں آپکو بتانا چاہتا ہوں، محترمہ! ایک منٹ۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ rules کے قاعدہ 56 کے تحت ایم پی اے صاحب نے تحریک استحقاق کا نوٹس دیا ہے۔ اور وہ ابھی پڑھنا پڑیگا۔ اس طرح سے ایک دوسرے کو نہیں سمجھ سکیں گے۔ قاعدہ 56، مسئلہ استحقاق کا نوٹس۔ کوئی رکن جو مسئلہ استحقاق پیش کرنے کا خواہشمند ہو، معتمد کو، یعنی سیکرٹری کو اُس دن کی نشست کے آغاز سے قبل، جس دن ایسا مسئلہ اٹھانا مقصود ہو، نوٹس کے ساتھ ایسی دستاویزات منسلک کی جائیں گی، تحریری نوٹس دیگا۔ اگر پیش کیے جانے والے مسئلے کی دستاویز کی بناء پر پیدا ہوا تو اس نوٹس کے ساتھ ایسی دستاویزات منسلک کی جائیں گی تا آنکہ رکن اسپیکر کو اس امر کا اطمینان نہ دلا دے کہ مذکورہ دستاویز فی الوقت دستیاب نہیں ہے۔ اچھا! مگر شرط یہ ہے کہ اسپیکر کو اگر وہ اس امر سے مطمئن ہو کہ معاملہ فوری اہمیت کا حامل ہے۔ تو وہ نوٹس دینے کی شرط کو ختم کر سکتا ہے۔ اور سوالات نمٹانے کے بعد اس مسئلہ استحقاق کو نشست کے دوران کسی وقت بھی پیش کرنے کی اجازت دے سکتا ہے۔ یہ کل، اُس دن ہوا تھا۔ ٹھیک۔ اُسکے بعد جناب اسپیکر! میں آتا ہوں، آپ سن لیں میں آپکو بتاتا ہوں یہ پھر بعد میں آپ لوگ بات کر لینگے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: 24 تاریخ کو محرک نے اپنی تحریک کی feasibility پر بحث بھی کی۔ اور اُس نے باتیں بھی کیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): yes ہو گیا تھا ناں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: گورنمنٹ کا مؤقف ہے۔ اگر گورنمنٹ کا مؤقف آپ بھی پیش کرتے ہیں اور وزیر اعلیٰ صاحب بھی۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): میں قاعدے کے تحت جو دوست بات کر رہے ہیں ناں۔ شاید انہوں نے پڑھا نہیں ہے۔ میں ابھی اس پر آتا ہوں۔ قاعدہ 58 میں مسئلہ استحقاق اٹھانے کا طریقہ۔ اسپیکر سوالوں کو نمٹانے کے بعد اور دن کی کارروائی کی فہرست میں مندرج دوسری کارروائی شروع کی جانے سے قبل۔ سن لیں۔ اُس رکن کو جس نے نوٹس دیا ہے، پکارے گا۔ اور اسکے بعد رکن مسئلہ استحقاق پیش کریگا۔ تو جناب اسپیکر! جب چیزیں واضح ہیں۔ مگر شرط یہ ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ کی بات اپنی جگہ پر، آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ 24 تاریخ کو محرک نے اس پر تفصیلی اپنا مؤقف دیا ہے۔ آج گورنمنٹ، اگر آپ دے دیتے ہیں یا وزیر اعلیٰ صاحب۔ اگر محرک اس سے مطمئن نہیں ہوتا۔ پھر اسمیں ruling آ جائیگی۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): نہیں، مثال اسمیں کونسی ایسی چیز ہے جو آپ نے اٹھائی نہیں ہے جناب اسپیکر! آپ نے پکارا نہیں ہے یا اس پر آپ نے محرک کو مخاطب ہی نہیں کیا ہے اُس سے پوچھا نہیں ہے۔ جناب اسپیکر! استحقاق ایسا ہونا نہیں کرتا۔

قائد حزب اختلاف: جناب اسپیکر صاحب! زیارتوال صاحب جو rules پڑھ رہے ہیں۔ یا جو تحریک استحقاق پیش کرنے کیلئے ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وہ rule ہے۔

قائد حزب اختلاف: اور اس پر کسی بھی وقت بحث کرنے کیلئے اسپیکر کے اختیارات، یہ دن مقرر کرتا ہے۔ دوسرے دن کیلئے۔ لیکن ایک پیش کرنا ہے ایک اس پر بحث کرنا ہے۔ پیش تو ہو چکی ہے۔ لیکن بحث جو تحریک التوا law and order کیلئے ہے۔ اسکے لئے آج کا دن آپ نے رکھا ہے۔ چیف منسٹر صاحب میرے خیال میں چلے گئے ہیں۔ اگر حکومت سنجیدہ ہے۔ اگر وہ سمجھتی ہے کہ law and order سب کچھ بالکل ٹھیک ہے۔ یہی ایک استحقاق ہے۔ تو پھر بے شک حکومت کا یہ مؤقف ہو سکتا ہے۔ اور حکومت کیلئے سب کچھ ٹھیک ہے۔ ورنہ law and order کے معاملے پر بحث آج شروع کر لیں۔ اگر آپ شروع کرنا چاہتے ہیں، تو ہم اس پر سنجیدگی سے کارروائی کرنا چاہیں گے۔ اگر حکومت غیر سنجیدگی سے کارروائی کرنا چاہتی ہے،

law and order کے مسئلے کو نہیں لانا چاہتی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اُس دن اسکو بحث کیلئے منظور نہیں کیا تھا۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): چھوڑتے ہیں نہیں چھوڑتے ہیں فلا ناں ہے۔ پھر آپ آئیگی 59 پر، مسئلہ استحقاق کا وقت۔ پھر یہ ہے۔ استحقاق کے مسئلے کو تحریک التوا پر فوقیت حاصل ہوگی۔ پھر اُسکے بعد آپ قاعدہ 60 پر آئیگی۔ ہماری اسمبلی کے rules ہیں کہ مسئلہ استحقاق کو فوقیت حاصل ہے تو let them کہ وہ بولیں۔ اُس دن تو بولے نہیں، صرف اُس نے بات کی تھی۔ آپ نے admit کیا تھا۔ اور ہم نے ایک گھنٹہ پہلے جمع کروائی تھی، documents کے ساتھ۔ اب بات یہ ہے کہ نہ قائد ایوان اسکے لئے اُٹھے تھے نہ اُنہوں نے تحریک استحقاق پر بات کی تھی نہ آپ نے پانچواں نقطہ پکارا تھا۔ آپ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ پہلے آپ استحقاق کو پکاریں گے۔ ”کہ قائد ایوان! آپ تحریک استحقاق پر بات کر رہے ہیں؟“ پھر محرک سے پوچھنا پڑیگا۔ تو وہ آپ کو بتا دے گا۔ یہ کارروائی جو ہو رہی ہے میری دوستوں سے یہ گزارش ہے کہ ہر آدمی قاعدے کے مطابق بولے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اُس دن وزیر اعلیٰ صاحب نہیں تھے۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): نہیں، وزیر اعلیٰ صاحب نے اس پر کوئی بات نہیں کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: 19 تاریخ کو محرک نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): اور محرک آپ نے concern ہی نہیں کیا ہے۔ آپ نے

ایجنڈے کا پانچواں ایٹم نہیں پکارا ہے آج کے دن کا، وہ ہے مورخہ 19 اگست 2013ء کے اجلاس میں باضابطہ شدہ مورخہ 24 اگست 2013ء کے اجلاس میں مؤخر شدہ تحریک التوا نمبر 1۔ اور اسمبلی کلب شدہ تحریک التوا نمبر 2 دو گھنٹے بحث ہوگی۔ یہ بعد میں آئیگی جناب اسپیکر! تو اُس سے پہلے آپ پکاریں گے کس کو، یہ جو پیش ہوئی ہے تحریک استحقاق۔ اب تحریک استحقاق کا آپ نے کہا ہی نہیں ہے۔ آپ نے اُسکو اُس دن کیلئے رکھی تھی لیکن آپ نے اُسکو۔ تو یہ مسئلہ ہے۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: جناب اسپیکر صاحب! ایک تو یہ مسئلہ ہے کہ آپ خواتین کو موقع ہی نہیں دیتے۔

پہلے بھی آپ سے یہی بات ہم کرتے رہے ہیں، پچھلے دو تین مہینوں سے ہم دیکھ رہے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کا جیسے ہم لوگوں میں عام آسمیں پتا نہیں پار لیمانی language نہیں ہے بات کا بنگلڑ بنانا۔ اتنی دیر میں آپ وہ تحریک استحقاق سن بھی لیتے اور انکا موقف بھی آپ کے سامنے آ جاتا۔ آگے کرنا ہے، پیچھے کرنا ہے، پہلے کرنا ہے،

بعد میں یہ بحث کرنی ہے۔ any how آپ نے بحث تو کروانی ہے۔ آپ سے یہی گزارش ہے کہ مطلب ہم سب کے time کو قیمتی آپ consider کریں گے، please اسکو آپکو ایک consideration میں لے کر آجائیں۔ اگر انہوں نے بات کرنی ہے تو اسمیں مضائقہ کیا ہے؟ اتنی دیر سے جو آپ بحث کروارہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے یہ ہے، کوئی کہتا ہے rule میں نہیں ہے۔ آپ اس پر بحث کروادیں۔

انجینئر زمرک خان: جناب اسپیکر! میری تحریک استحقاق اور یہ ایک ہی ہے، ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ اگر بحث ہوگی، تو پھر دونوں پر کر لیں۔ اگر نہیں ہوگی پھر آپ ایسا کریں۔ کیونکہ ہمارا مسئلہ ایک ہی ہے۔ میں ان پر بات کر رہا ہوں وہ مجھ پر ایک ہی مسئلہ ہے۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر صاحب! اس پر کیسے بات کرتے ہیں، قاعدے کو چھوڑ کر۔ نہ table ہوئی ہے نہ انہوں نے پیش کی ہے۔ اُنکے اگر ہاتھ میں ہے وہ اپنی جگہ پر۔ میں فاضل رکن کو اب کچھ نہیں کہتا۔ قاعدے کے مطابق جب چلیں گے تو 56 کے تحت آپ کو نوٹس دینا ہوگا، ایک گھنٹہ پہلے آنا ہوگا پھر documents دینے ہونگے۔ اب آپ نے نہیں دیا ہے وہ اپنی جگہ پر۔ جو آپ نے نہیں دیا ہے اُسکو ہمارے کھاتے میں نہ ڈالیں۔ ہماری جو منظور شدہ تحریک ہے۔

انجینئر زمرک خان: اسپیکر صاحب! دو گھنٹے پہلے میں نے دی ہے۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): بلکہ دی ہے، پھر table کیوں نہیں ہوئی ہے؟ یہ تو پھر سیکرٹری کا کام ہے۔

انجینئر زمرک خان: اگر کوئی نہیں کر رہا ہے تو میں کیا کروں۔ اسمیں ہمارا قصور تو نہیں ہے، اسپیکر صاحب کا ہے یا انکی انتظامیہ کا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ویسے بحث کیلئے تو نہیں تھی، اگر آپ لوگ اس پر بات کرنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ کر لیں۔ ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: جناب اسپیکر! بڑی مہربانی آپکی، بات یہ ہے کہ ہم دو کارروائیوں کو mix up کر رہے ہیں۔ تحریک استحقاق جس دن پیش ہوئی ہے اُس پر تو من و عن عمل کیا گیا۔ ابھی تحریک استحقاق پر جب بحث ہوگی، جب تک آپ بٹائیں گے نہیں، آپ mover کو موقع نہیں دیں گے، تو اسکو کیسے نمٹا ہوا سمجھا جائے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: زیارتوال صاحب! پہلے آپ بولیں گے یا محرک؟

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): نہیں جناب اسپیکر! میں point of order پر بولوں گا۔

قائد حزب اختلاف: جناب اسپیکر صاحب! اصل بات یہ ہے کہ آپ ruling دے دیں وہ تحریک استحقاق جولائے ہیں۔ لیکن بعد میں آپ انکو موقع دے سکتے ہیں، وہ کر لیں، جو بھی، دس دن وہ چلائیں، ہمارا اسمبلی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن یہ کارروائی خواہو۔ law and order کا معاملہ ہے اس پر ایک تحریک پیش ہوئی ہے، اپوزیشن کی طرف سے۔ اگر حکومت کی طرف سے اس پر بحث کی جائے۔ آپکی کارروائی میں اگر تحریک استحقاق ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: دیکھیں کارروائی کے آخر میں رکھ دیں گے۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): دیکھیں جناب اسپیکر! میں آپکو اپنی خواہشات کے تابع نہیں بنانا، ٹریڈی پنچر پر ہم کھڑے ہیں۔ ٹریڈی پنچر کی طرف سے میں تو آپ سے یہ request کرتا ہوں، یہ request تو اپوزیشن کے دوستوں کو کرنی چاہیے۔ کہ آپ ایوان کو rules کے مطابق چلائیں۔ میں نے اور بات نہیں کی ہے۔ اور اسمبلی یہ ہے کہ اس دن جو آپ نے ruling دی کہ اگر اسکو اٹھائیں گے تو اس ruling کے مطابق آج جو کارروائی ہوگی اسمبلی استحقاق کو فوقیت حاصل ہے۔ rules کے مطابق تحریک التوا پر ہم بولیں گے۔ اور ٹریڈی پنچر، قائد ایوان اور جو دوست اس پر بات کرنا چاہیں وہ سب اس پر کہیں گے۔ میں تو اسکے لیے کھڑا بھی نہیں ہوا تھا۔ میں نے کہا یہ چیزیں ابھی تک رہتی ہیں۔ میں point of order پر کچھ گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میرے فاضل دوست زمرک صاحب نے بات رکھی تھی۔

قائد حزب اختلاف: جناب اسپیکر صاحب! یہ پہلی دفعہ میں دیکھتا ہوں کہ حکومت اسمبلی کو نہیں چلانا چاہتی اور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ اگر اپوزیشن یہ کرتی کہ کارروائی نہیں۔ اب آپ نے اس آرڈر کے اندر جو آپکی کارروائی آج table پر ہے، اگر اسمبلی تحریک استحقاق کا ذکر ہے۔ تو بھی آپ ہمیں بتادیں۔ جب تحریک التوا اور تحریک نمبر ایک، نمبر دو۔ اس پر دو گھنٹے بحث۔ اور ابھی اس پر بحث شروع ہونے والی ہے۔ لیکن آپ ان سے کبھی ادھر بات کرتے ہیں کبھی ادھر۔ اسکو rules کے مطابق چلائیں۔ اور زیارتوال صاحب جو بات کرتے ہیں پیش کرنے کے بارے میں۔ پیش تو اسی دن ہو چکی ہے۔ جو rules وہ بتا رہے ہیں پیش کرنے کے لیے۔ وہ بحث کرنے کے لیے نہیں ہیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): مطلب مولانا صاحب! پیش کرنے کے بعد، آپکے سامنے آگے جاتا ہوں۔ 60 کو آپ پڑھیں وہ کیا کہتا ہے۔ پھر 61 کو پڑھیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ violate کرتے ہیں، اسکی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ میں نہیں کر رہا ہوں۔ میں کہتا ہوں، میری ضرورت یہ ہے کہ میں

قانون کے بغیر جاؤں چونکہ ٹریڈری پنچر میں ہوں۔ زور زبردستی کروں۔ میں rules کو follow کرنے کی بات کرتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں کہ rules اور law کچھ بھی نہیں ہیں۔ تو پھر ہم کس چیز کے سامنے یہاں بیٹھ کر ایک دوسرے سے کیسے بات کر سکتے ہیں۔ میں تو اس طریقے سے نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ تحریک استحقاق پیش ہوئی ہے۔ یہ کمیٹی کے سپرد ہوئی ہے اسکو نمٹایا گیا ہے۔ کس قاعدے کے تحت انہوں نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تحریک استحقاق جس کو وہ حاصل ہے، جنہوں نے جو غلطی کی ہے، وہ اپنی جگہ پر ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے بنیادی طور پر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اُس دن محرک نے استحقاق نمبر 1 پر تفصیلی بات کی۔ آج گورنمنٹ کا مؤقف تھا۔ کارروائی کا حصہ نہیں ہے۔ یہ بحث کے لیے منظور نہیں تھی۔ آج گورنمنٹ اگر آپ کرتے ہیں یا وزیر اعلیٰ صاحب۔۔۔۔۔ جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): آپ اپنی ruling اٹھا کر دیکھ لیں۔ ایسا نہیں ہوا کرتا۔ جناب اسپیکر! میں گزارش یہ کرتا ہوں آپ نے ruling دی کہ فلانی تاریخ کی کہ اس پر بحث ہوگی، اُسکے ساتھ اکٹھے اس پر بھی بحث کی جائیگی۔ مطلب یہ ہے کہ حقائق کو اس طرح چھپانے سے، کہتا ہے کہ یہ چھوڑتے نہیں ہیں، فلاناں نہیں کرتے ہیں۔ اپنی ruling اٹھا کر دیکھ لیں ریکارڈ پڑا ہوا ہے۔ اگر میں غلط بول رہا ہوں تو پھر کہہ دیں۔ اور اگر ایسے ہی مولانا صاحب جان چھڑانا چاہتے ہیں تو وہ اور بات ہے۔ ایک چیز ریکارڈ پر ہے۔ میں ریکارڈ کی بات کر رہا ہوں۔ اور اگر خواہشات سے بولیں گے۔ تو پھر مولانا صاحب کی خواہشات کا میں احترام کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: دیکھیں! اسمیں محرک نے تفصیلی بات کی ہے۔ اور اب آپ اسمیں کیا بولنا چاہتے ہیں؟ اور آج کے ایجنڈے میں بھی ہے۔ اس پر صرف گورنمنٹ اپنا مؤقف دیگی۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): ہم تو بولیں گے نا۔ اگر انہوں نے نہیں دیا ہے تو آپ تسلیم کر لیں کہ کل کیلئے رکھ لیں گے۔ یہ تو نہیں ہے کہ آپ اسکو bulldoze، یعنی بات غلط ہو جائیگی۔ آپکی یہ ruling ہے، آپ اپنی ruling کو follow کریں، آپکی جو ruling ہے، اگر ریکارڈ میں نہیں ہے تو پھر آپ مجھے بتادیں۔ اگر یہ آپکی ruling ہے اور کرنا یہ ہے تو پھر یہ ٹھیک نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک استحقاق نمبر 1 جو پیش ہوئی۔ گورنمنٹ میں ہوتے ہوئے یہ تحریک استحقاق ہوتی ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ public place میں ہوا ہے، 59 کے تحت تو اس پر ruling آتی ہے۔ تحریک مذکورہ ناخوشگوار واقعہ ہے، خالصتاً۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر صاحب! آپ ہمیں سن لیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ہم نے آپ کو ایک گھنٹہ سنا ہے، 24 تاریخ کو۔ آپ گورنمنٹ میں ہوتے ہوئے اپنا استحقاق، آپ گورنمنٹ کی اس پر کارروائی کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! ایسا تھا کہ آج تحریک استحقاق تھی، اس سے پہلے اسی تحریک سے متعلق آپ نے تسلیم کیا، دس پندرہ منٹ اس پر بولے۔ اسی کے متعلق جو میں نے پیش کی تھی اسی پر وہ بولیں نا۔ ابھی ہماری طرف سے بھی تو وہ ہماری پارٹی کا پارلیمانی لیڈر ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک استحقاق بحث کیلئے منظور ہوتی ہی نہیں ہے۔ آپ نے اسکی feasibility پر تفصیلی بحث کی ہے۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): نہیں، تو آج کی تاریخ کے لیے پھر کس لیے رکھی؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: گورنمنٹ اپنا مؤقف اس پر دے دیگی۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): میں گورنمنٹ کے طور پر کھڑا تھا۔ میں نے آپ سے اس دن بھی کہا ذمہ دار آدمی کی حیثیت سے۔ قائد ایوان یہاں نہیں تھے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مطلب گورنمنٹ کی طرف سے اپنا مؤقف دے دیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): نہیں، تو گورنمنٹ کی طرف سے میں تو کھڑا تھا۔ یہ تمام کچھ ہوا۔ آپ نے ruling دی۔ ابھی آپ جان چھڑانے کے لیے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ اس پر بات کریں گے یا C.M صاحب؟

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): نہیں، اس پر بات کریں گے۔ اس طریقے سے آپ اُنہ کریں۔ جو ruling آپ نے دی ہے اس طریقے سے اسکو آگے لے جانا ہے۔ پھر اُسکے بعد جو کارروائی ہے وہ کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: کیونکہ آپ خود گورنمنٹ ہیں۔ آپ ruling party میں ہیں۔ آپ لوگ خود اسکی inquiry کریں۔ اگر کوئی گنہگار ہے تو اسکو سزا دے دیں چاہے جو بھی ہے۔ آپ سن لیں نا۔ اگر آپ کا

استحقاق مجروح ہوتا ہے۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): آپ مجھے سن لیں نا۔ ہمارے MPA's ہیں۔ جو وزیر نہیں

ہیں، جن کے پاس portfolio نہیں ہے۔ وہ ہیں ٹریڈری پنچر میں۔ لیکن MPA کی حیثیت سے انکا استحقاق ہے۔ وہ استحقاق، اسکے ساتھ اسکا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم اس پر پھر بات کریں گے۔ یہ جو محرک ہے۔ یہ آج کی

تاریخ کے لئے جو آپ نے رکھی تھی، وہ اُس کا رروائی سے کیوں غائب ہے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ ایسا کریں، اس پراگورنمنٹ کی طرف سے بولنا چاہتے ہیں تو بولیں۔ ہاں گورنمنٹ کی طرف سے بولیں آپ۔ اور اسکا ویسے استحقاق بنتا نہیں ہے کیونکہ وہ گورنمنٹ میں آپ لوگ ٹریژری پنچر میں ہیں اسکی آپ باقاعدہ قانون کے تحت inquiry کروائیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر! آپ کے لئے یہ فقرہ ٹھیک نہیں ہے۔ ہم نے کبھی گنہگاری کی ہے نہ ہم گنہگار ہیں۔ جو کچھ آپ لوگوں سے ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: یہ قانون فیصلہ کریگا کہ کون گنہگار ہے ناں۔ یہاں اسمبلی کے ممبران فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ اسکی انکوائری آپ کروا کے۔۔۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر! آپ سُن لیں تو سہی۔ ایک خطا ہوئی ہے، ایک غلطی ہوئی ہے۔ ایک چیز رکھی گئی تھی اور وہ آج نہیں ہے۔ انہوں نے ٹیبل نہیں کیا ہے۔ میں نے پہلے آپ سے کہا کہ یہ چیز کیوں نہیں ہے کس بنیاد پر؟ تو جناب اسپیکر! میں نے rules آپ کے سامنے رکھے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: پھر آپ اس پراگورنمنٹ کی طرف سے بولنا چاہتے ہیں۔ پھر اگر مطمئن ہو گیا۔ پھر اسکو نمٹا دیتے ہیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): میں آپکو بتانا ہوں جناب اسپیکر! میں اور کچھ نہیں کہتا۔ میں کہتا ہوں کہ جو آپ کے rules ہیں۔ ہمارے اسٹاف کو آپ پابند کریں گے کہ وہ بھی، میں بھی اور اپوزیشن کے جو لوگ ہیں۔ سب کے سب rules کے مطابق جب بات کریں گے تو بات بن جائیگی۔ اور rules سے ہٹ کر جو بات کریں گے۔ یہ خواہشات پر مبنی ہوگی۔ دوستی میں ہم ایک دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ میں نے زمرک صاحب سے پہلے کہا ”کہ بابا! آپ کس قاعدے کے تحت؟“ آپ کہیں گے کہ point of order۔ آپ انکو اجازت دیں گے۔ وہ بولنا شروع کریں گے۔ مجھ سے کہیں گے کہ آپ کس قاعدے کے تحت بول رہے ہیں؟ جو موضوع زیر بحث ہے۔ میں کس قاعدے کے تحت اُس پر بات کر رہا ہوں۔ تو اتنی سی بات تھی۔ میں ابھی آپ سے گزارش یہ کرتا ہوں کہ ان دونوں چیزوں کو رکھیں۔ یہاں ہمارے دوست اپوزیشن کے ہیں۔ انہوں نے بات رکھی ہے۔ میں اُس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

قائد حزب اختلاف: جناب اسپیکر! دو منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مولانا صاحب کو دو منٹ دے دیں۔

قائد حزب اختلاف: جناب اسپیکر! میں زیارتوال صاحب اور حکومتی بیچوں سے ایک مدبرانہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ جان چھڑانے کی کوشش نہ کریں۔ آپ کی حکومت نااہل حکومت، اور آپ کے law and order کا مسئلہ انتہائی تباہ ہے۔ اور آپ کی نااہلی ابھی سامنے ہیں۔ اگر آپ جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس تحریک استحقاق کو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا روائی کے مطابق جو آپ کا ریکارڈ ادھر table پر پڑا ہوا ہے۔ اسمیں تحریک التوا نمبر 1 اور 2۔ یہ بھی حکومت کی طرف سے آئی ہیں۔ اس طرح نہیں کہ صرف اپوزیشن کی طرف سے ہے۔ لیکن یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس پر کارروائی کر لیں۔ اگر وہ خواہ مخواہ بہانے بناتے ہیں۔ اور ہمیں ادھر موقع نہیں ملتا۔ تو ہم جا کر ادھر لان میں بیٹھ کر اجلاس کرتے ہیں۔ یہ تمام حکومت کے جو سیاہ کارنامے ہیں۔ اسکی جو نااہلی ہے۔ جو law and order کا مسئلہ ہے۔ لوگ مر رہے ہیں۔ دہشتگردی ہے۔ یہ سب کچھ ادھر لائیں گے۔ آپ فیصلہ کر لیں۔ ریکارڈ کے مطابق اسمبلی چلانا چاہتے ہیں یا زیارتوال کے rules کے مطابق؟ جب آپ کی بات بھی نہیں مانتے۔ جب آپ ruling دے دیں۔ وہ بھی نہیں مانتے ہیں۔ ریکارڈ بھی نہیں مانتے ہیں۔ تو پھر یہ بتائیں کہ اگر حکومت خواہ مخواہ، کیونکہ اُنکو پتا ہے کہ اُنکے کیا کیا کارنامے ہیں۔ تین مہینے میں کتنے لوگ قتل ہوئے؟ کتنے گھر تباہ ہوئے۔ کتنے لوگوں کا خون بہایا؟۔۔۔ (مداخلت، آوازیں)

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک استحقاق، ابھی اس طرح کرتے ہیں کہ اسکو کل کیلئے رکھتے ہیں۔۔۔ (مداخلت، شور)

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر میں point of order پر بات کرنا چاہوں گا آپ ذرا سُن لیں۔ جناب اسپیکر! میں نے کل بھی اور اس سے پہلے بھی باتیں اصولوں کے تحت گورنمنٹ کے تحت آپ کے سامنے رکھی ہیں۔ ہم ذمہ دار لوگ ہیں۔ اور ہم نے ساری زندگی جو قربانیاں دی ہیں، وہ جمہوریت کی خاطر دی ہیں۔ ہم جب جیلوں میں گئے ہیں۔ میڈیا کے دوست یہاں بیٹھے ہیں۔ یہاں پریس کی ہمارے اُن اکابرین نے ابتداء کی ہے۔ جو انگریز کے خلاف قومی تحریک کے لوگ تھے۔ استقلال اخبار کی حیثیت سے۔ وہاں پشاور میں باچا خان اور اُنکے دوستوں نے۔ تو جناب اسپیکر! اُس دن سے ہم جمہوریت کیلئے، قوموں کے حقوق کیلئے۔ انسانی حقوق کیلئے ہماری جدوجہد رہی ہے۔ اس پر ہم کسی بھی انسان کو طعنہ دیتے ہیں نہ اُس پر الزام لگاتے ہیں جناب اسپیکر! جمہوریت کے راستے میں آمریت کے ساتھ کون تھے۔ اور جمہوریت کیلئے کن لوگوں نے قربانیاں دی ہیں۔ یہ تمام چیزیں اپنی جگہ پر۔ میں جناب اسپیکر! آپ کے سامنے بات رکھنا چاہتا ہوں کہ انسان میں برداشت کی قوت ہونی چاہیے۔ زمرک صاحب نے یہاں جو باتیں کیں۔ جناب اسپیکر! جس لہجے میں انہوں نے بات کی۔ میں اُسکی جمہوری لہجے کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن جناب اسپیکر! میرے ساتھ ذاتی طور پر

ہوا ہے۔ میں جب اپنی کلی میں اے این پی کو برداشت کرتا ہوں۔ اور یہ جب بھی میری کلی میں اپنے یونٹ کیلئے، سیاست کیلئے آتے ہیں میں برداشت کرتا ہوں۔ اگر ایک دن میں اُنکی کلی میں گیا تو آسمان نہیں گرتا۔ یہ برداشت کرنے کی چیزیں ہیں۔ میں اے این پی پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔ لیکن میرے ساتھ ذاتی طور پر زمرک نے کیا ہے۔ اُسکو نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بہر حال یہ گزرا ہوا وقت ہے۔ میں نے آج تک انکے سامنے وہ بات نہیں رکھی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں جناب اسپیکر! یہ پورے حلقے میں الیکشن تھا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس پر اگر کل بات ہو تو؟

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): میں آتا ہوں نا۔ پورے حلقے میں الیکشن تھا۔ گریبان میں میں جھانکنا چاہیے۔ ایماندار سے کہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اگر آج اس پر بحث۔۔۔ (مداخلت۔ شور)

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): ایمانداری سے کہتا ہوں کہ ایک ذرہ کیلئے بھی الیکشن پر نظر انداز کیلئے۔۔۔ (مداخلت۔ شور) اسکو بولیں کہ وہ سُن لیں۔ جب آپ بول رہے تھے تو ہم سُن رہے تھے۔ اب آپ سُن لیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: کل اسکو باقاعدہ اجلاس میں رکھ دیں گے نا۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): میں آپکو بتاتا ہوں جناب اسپیکر! بات یہ ہے کہ اس حلقے میں، زمرک صاحب اور مولانا واسع بیٹھے ہیں۔ ایک آدمی کی، ایک منسٹر کی، ایک شخص کی ذرہ برابر الیکشن پر اثر انداز ہونے کا کوئی ثبوت وہ مہیا کریں۔ اگر ایسے الزامات لگاتے ہیں۔ اور چیزوں کو نہیں چھوڑتے ہیں۔ تو میں پھر یہ کہتا ہوں، مولانا صاحب نے جو باتیں کیں ”کہ سیاہ دور ہے“ وہ سیاہ دور گزر گیا جو سیاہ کارنامے تھے۔ جو corruption تھی۔ جن کے پاس کچھ نہیں تھا۔ آج وہ اربوں۔۔۔ (مداخلت۔ شور)

جناب ڈپٹی اسپیکر: کل اس پر آپ تفصیلی بات کر لیں۔۔۔ (مداخلت۔ شور)

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر! میں بات کرتا ہوں۔ point of order پر کھڑا ہوں۔ اُسکا کونسا راستہ روکا ہے۔ مطلب یہ کہ ماحول کو خواہ مخواہ خراب کرنا چاہتے ہیں۔ تو مُمہ میں ہر کوئی زبان رکھتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: point of order پر ہیں مولانا صاحب! دو منٹ۔۔۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): کوئی کسی سے کم نہیں ہے جناب اسپیکر! میں point of order

پر بول رہا ہوں کسی کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا۔۔۔ (مداخلت۔ شور) کسی کے خلاف بات نہیں کی۔ اب جب اُنکو برداشت نہیں ہے جناب اسپیکر! پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: کل اس پر آپ تفصیلی بحث کریں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر! میرے point of order کے درمیان کسی دوسرے کا point of order نہیں بنتا۔ پھر rule اٹھا کر دیکھ لیں جناب اسپیکر!

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ اس point of order پر بعد میں تفصیلی بات کر لینا نا۔ اگر اس پر تفصیلی بات کرنی ہے تو کل اس پر کر لینا۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): کسی اور کا point of order نہیں بنتا۔ جب میں اپنی بات ختم کرونگا تو پھر اگلے کو آپ floor دیں۔ یہ جب برداشت نہیں کریں گے تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟ تو جناب اسپیکر! میں یہ کہتا ہوں کہ یہ ذمہ دار سیاسی پارٹیوں کی حکومت ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تو آگے میں نے رکھا ہوا ہے نا۔ آپ اس پر کل تفصیلی بحث کریں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): میں اُس پر نہیں جا رہا ہوں۔ نہ استحقاق پر جا رہا ہوں، نہ فلانے پر۔ آپ کے سامنے ابھی انہوں نے الزامات لگائے۔ ابھی میں اُنکا جواب بھی نہ دُوں تو کیا کروں؟ یہ ذمہ دار حکومت ہے اور اُسکے آپ اسپیکر ہیں۔ سُن لیں۔ قاعدے کے تحت جانا ہوگا ذمہ دار حکومت کی حیثیت سے آج تک۔ تین مہینے گزر گئے۔ دو مہینے سے میں وزیر ہوں۔ کوئی بھی شخص ہم پر ایک پائی ثابت کرے۔ اور میرے دوست پر سب ثابت ہیں۔۔۔ (مداخلت۔ شور)

جناب ڈپٹی اسپیکر: کارروائی آگے بڑھاتے ہیں۔۔۔ (مداخلت۔ شور)

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): اب یہ چیخنے چلانے سے تو نہیں ہوگا جناب اسپیکر! میں حکومت کے سیاہ کار نامے۔ کوئی سیاہ کار نامہ نہیں ہے۔ ہم نے ٹھیک طریقے سے یہ حکومت چلائی ہے۔ اور آگے بھی ذمہ داروں کی حیثیت سے چلانے کی کوشش کریں گے۔ آپ بیٹھ کر بات کرتے ہیں یہ اسمبلی ہے کوئی بیٹھک تو نہیں ہے میں اسمبلی میں کھڑا ہوں بیٹھک میں نہیں بیٹھا ہوں۔

قائد حزب اختلاف: جناب اسپیکر! خُدارا کارروائی شروع کر لیں۔ یہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: کارروائی شروع کرتے ہیں، مہربانی زیارتوال صاحب! آپ بیٹھیں۔ مولانا صاحب! آپ بیٹھ جائیں زیارتوال صاحب بیٹھ گئے۔

قائد حزب اختلاف: ابھی ڈیڑھ بجے ہیں۔ پورے بلوچستان کا مسئلہ ہے۔ پورا بلوچستان جل رہا ہے یہ time ضائع کرتے ہیں جناب اسپیکر! یہ کارروائی نہیں کرنا چاہتے۔ یہ بلوچستان کی نمائندہ حکومت نہیں ہے۔ یہ اپنی ذات کی حکومت ہے۔ اور حکومت نام کی کوئی چیز نہیں۔ کہتے ہیں کہ ذمہ دار ہے۔ ذمہ دار کدھر ہے؟ ذمہ داری اُس وقت کہتے کہ ایک اچھی حکومت ہوتی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اب بیٹھ گئے ہیں، آپ کارروائی کو آگے چلنے دیں۔ پھر وہ اٹھ جائیں گے۔ نواب صاحب بات کر رہے ہیں۔۔۔۔ (مداخلت۔ شور) یہاں آپ direct کسی ممبر کو وہ نہیں کر سکتے ہیں۔ مولانا صاحب بیٹھ جائیں ابھی ختم کریں۔ اُس پر بات کریں ناں آپ۔ آپ جب بحث پر آجائیں گے تو وہ بھی بات کریں گے۔ نواب صاحب بات کریں گے point of order پر۔

نواب محمد ایاز خان جوگیزی: مولوی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جناب اسپیکر! I am sorry to say. اگر ہاؤس rules and regulations کے تحت چلے تو یہ ہنگامہ نہیں ہوگا۔ آج صبح سے ہم نے time wastage کیا ہے۔ سارے ممبرز بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسی لیے آتے ہیں کہ ہم یہاں اپنا بنیادی مقصد حل کریں۔ لیکن ہم یہاں آ کر تقریباً ڈھائی گھنٹے اس کھینچا تانی میں ضائع کئے کہ rules کیا ہیں۔ regulations کیا ہیں۔ کس کو حق پہلے ملنا چاہیے، تحریک استحقاق پر پہلے بولنا چاہیے۔ اگر تحریک استحقاق پر بھی بولنا تھا تو ruling دے دیتے بات ختم ہو جاتی۔ law and order جو ہمارا main issue ہے۔ ہم مانتے ہیں اُس پر بات ہونی چاہیے۔ جو واقعہ، کیونکہ میں بات اس لیے کرتا ہوں کہ ہمارے محترم ممبر زمرک خان نے اپنے point of order میں دو، تین دفعہ میرا نام لیا۔ میں آپ کے توسط سے انکے نوٹس میں یا انکے گوش گزار کرانا چاہتا ہوں۔ میرا ایک پارٹی سے تعلق ہے۔ میں اُس پارٹی کا سیاسی ورکر ہوں۔ اور دوسری طرف میری ایک قبائلی حیثیت ہے۔ جس میں respect کرتے ہیں، ہمارے علماء کرام صاحبان بھی کرتے ہیں۔ زمرک بھی کرتے ہیں۔ اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اور اُس حیثیت سے میں نے کبھی بھی یہ کوشش نہیں کی ہے کہ اپنی سیاست کے ذریعے انکے tribe میں، انکی families میں مداخلت کروں۔ میرا کام یہ ہے کہ جہاں بھی مسائل ہوں۔ tribes distributs ہوں۔ چاہے وہ families میں ہوں چاہے وہ tribes میں ہوں۔ میری ذمہ داری بنتی ہے کہ اُس مسئلے کو میں حل کراؤں۔ زمرک خان نے کہا ”کہ نواب صاحب کی ہم عزت اور احترام کرتے ہیں۔ اور وہ آتے ہیں ہمارے فلانے کے گھر جاتے ہیں اور میرے پاس نہیں آتے“۔ میں خود اپنی مرضی سے کسی کے گھر پر نہیں گیا ہوں۔ اگر کوئی مجھے invite کرتا ہے چائے کیلئے یا ووٹ دینے کیلئے یا کھانے پر

تو ہر پشتون کے گھر کو میں اپنا گھر سمجھتا ہوں میں اُنکے پاس جاتا ہوں۔ اگر زمرک خان مجھے invite کرتے تو میں ان کے گھر بھی جاتا۔ وہ کل مجھے invite کریں میں اُنکے پاس چلا جاتا ہوں۔ مولوی صاحب مجھے invite کریں میں چلا جاتا ہوں۔ یہ ہمارے قبائلی، ٹھیک ہے ہم سیاست کرتے ہیں، سیاست اپنی جگہ پر اور قبائلی مسئلے اپنی جگہ پر۔ اب یہ مسئلہ پیش ہوا ہے۔ اس مسئلے کو آخر ہم نے جتنی بھی یہاں کھینچا تانی کریں۔ جتنی بھی ہم تحریک استحقاق اور فلاناں فلاناں کر کے۔ آخر ہمیں اس مسئلے کو قبائلی طریقے سے حل کرانا ہوگا۔ تو آپ مہربانی کریں جناب اسپیکر! کہ اس House کو in order رکھیں، rules کے تحت چلائیں اور سختی کریں۔ پہلے مجھ پر سختی کریں۔ اگر ہم اس طریقے سے باتیں کرتے رہیں گے، تو سارا اس میں دن ضائع ہو جائیگا۔ ایک ایک سیشن پر کتنا خرچہ آتا ہے عوام کا۔ عوام ہماری طرف دیکھ رہے ہیں وہ ایک تکلیف کا سامنا کر رہے ہیں۔ اور ہم آپس میں یہاں اس طریقے سے House چلا رہے ہیں جو قابل افسوس بات ہے۔ تو میں گزارش کرتا ہوں۔ میری request ہے اپنے بھائی سے، زمرک خان سے کہ ان مسئلوں کو ہم، اگر انہی مسئلوں میں ہم اُلجھے رہیں گے تو جو عوام کے کام ہیں، وہ ہم نہیں کر سکیں گے۔ ہر روز اسی سیشن میں یہی تماشے ہونگے۔ ہم بیٹھ کر اس مسئلے کو، میں اُنکے پاس جانے کے لیے تیار ہوں۔ ہم اُنکے ساتھ بیٹھ کر یہ مسئلے حل کر لیتے ہیں۔ آپ مہربانی کریں اپنے House کو rules کے مطابق چلاتے رہیں۔ اور یہ جو پورا دن، اگر آپ ruling دے دیتے۔ اور اس پر بات ہو جاتی۔ تو دو، تین بندے بول لیتے کوئی آسمان نہیں گرتا۔ وہ اپنا بھڑاس نکال لیتے مسئلہ حل ہو جاتا پھر اُسکے بعد ہم law and order پر بات کر لیتے۔ آج سارا دن، ابھی نماز کا time ہے سارا دن آپ نے ضائع کر دیا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نواب صاحب! یہ جو یہاں کارروائی رکھی ہوئی ہے، وہ rule کے تحت کی گئی ہے زیارتوال صاحب بحث میں جا رہے تھے۔ تو یہاں مؤقف اور بحث ہے۔ یہ دو علیحدہ چیزیں تھیں۔ تو آپکی بات صحیح ہے کہ اسمبلی کا جو writ ہے اسمبلی کا جو استحقاق ہے وہ ہم لوگ رکھیں اور اسمبلی کی جو ہماری روایات ہیں کہ یہاں محبت اور بھائی چارہ ہوتا ہے۔ اور آپ نے اچھی باتیں کیں کہ یہ قبائلی چیزیں ہیں۔ قبائلی طریقے سے ہم نے حل بھی کرنے ہیں اور حل بھی ہوئے ہیں۔ بہت بڑے بڑے مسئلے حل ہوئے ہیں یہ تو ایک چھوٹا مسئلہ ہے۔ لیکن یہ ویسے استحقاق بنتا بھی نہیں ہے کیونکہ وہ گورنمنٹ میں رہتے ہوئے۔ تو استحقاق نمبر 1 اور 2 کو ہم کل کی کارروائی میں رکھ دیں گے۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر! کسی بھی کارروائی کے آغاز سے ایک گھنٹہ پہلے

آپکے پاس جمع کروائیں گے۔ rules پڑے ہوئے ہیں آپ انکو follow کریں۔ اس طریقے سے تو آپ اسکو bulldoze نہ کریں۔ بات یہ ہے کہ طریقے سے اسکو لانا ہوگا اور اس طریقے سے اسکو رکھنا ہوگا۔

قائد حزب اختلاف: جناب اسپیکر صاحب! نواب صاحب نے جو بات کی۔ قتل تو ہوا ہے، وہاں پیر علی زئی میں ایک بندہ قتل ہو گیا ظفر اللہ اسکا نام تھا۔ لیکن اس مسئلے کو حل کرنے کیلئے جیسے نواب صاحب نے کہا کہ اگر ہم تحریک استحقاق میں اس طرح کرتے ہیں۔ تو یہ مسئلہ بھی تو پھر ہم نے حل کرنا ہے۔ یا کسی دیہی علاقے کے لوگوں نے یہی بلوچ پشتون نے حل کرنا ہے۔ جو بھی ہو تو آخر کسی مسئلے کا حل ہو۔ اگر یہ مسئلہ زیارتوال یہ سمجھتے ہیں کہ اس تحریک استحقاق کو اتنا زخم لگا کر کہ پھر کوئی قریب نہ آجائے۔ تو پھر یہ بسم اللہ کر لیں تاکہ آئندہ اس کے لئے نواب صاحب یا ڈاکٹر مالک یا نواب شاہوانی صاحب کوشش کریں گے۔ جو بھی ان کے لئے، زیارتوال خود کوشش کریں گے۔ دوسرے کوشش کریں گے۔ تو اگر مسئلے کا حل یہ ہے اور یہ پشتون اور بلوچ روایات کے مطابق ہوتا ہے کہ آپ اسکو ادھر زخم لگا کے تاکہ پھر ایک دوسرے کو آپ قریب بھی نہیں لاسکتے۔ تو تحریک استحقاق کو چلنے دیں۔ ہم بیٹھ جائیں گے۔ نہیں بیٹھتے ہیں تو ہم یہ زخم برداشت نہیں کر سکتے۔ نمک پاشی کا کام نہیں کرتے ہیں تو نکل جائیں گے۔ اگر زیارتوال صاحب مزید اس پر نمک ڈالنا چاہتے ہیں تو ڈالتے رہیں اگر نہ ہو تو جیسے نواب صاحب نے جو بات کی کارروائی کی تو شروع کر لیں۔ کوئی تحریک استحقاق ادھر نہیں ہوتی نہ کسی کا استحقاق ہے کہ جو شخص قتل ہوا ہے۔ نواب صاحب نے بات کر لی فیصلہ کرتے ہیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر! اس case سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مولانا آگ پرتیل ڈال رہے ہیں اور یہ چیزیں دوسروں کے گلے میں fit کر رہے ہیں۔ جناب ڈپٹی اسپیکر: بس کارروائی کو آگے چلاتے ہیں نا۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): ہم قبائلی لوگ ہیں۔ پشتون روایات کے تحت جو بھی ہیں ہم ذمہ داری لینے کیلئے تیار ہیں۔ لیکن اس سے قبل مولانا کی باتیں۔ یہ تو گھر میں کسی بچے کو ورغلائیں۔ ہم سیاست کیلئے یہاں آئے ہیں۔ ہم ورغلانے والے لوگ نہیں ہیں کہ کوئی ہمیں ورغلانیں۔ چیزوں کو ہم سمجھتے ہیں جو کچھ ہوا ہے خدا کیلئے نواب صاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں قائد ایوان جو کچھ کہہ رہے ہیں طریقے سے اسکو ہم نے لے جانا ہے بار بار ہم نے یہ چیزیں نہیں کرنی ہیں۔ ہم طریقے سے جا رہے ہیں۔ آپ سے کہتے ہیں ان سے نہیں کہ یہ اپنے rules کو پڑھیں ایک گھنٹہ پہلے اسمبلی کے آغاز سے پہلے table ہونی چاہیے۔ ابھی آپ اس طریقے سے کرتے ہیں۔ اگر آپ کو ایسے کوئی اختیارات حاصل ہیں پھر آپ کریں۔

جناب اسپیکر! اگر حاصل نہیں ہیں تو اسکو آپ نہیں لاسکتے۔ کل وہ جا کے جمع کریں کارروائی میں آجائیگی۔ ابھی اس طریقے سے تو نہیں ہے rules یہ کہتے ہیں اور آپ کچھ اور کہتے ہیں۔ اُنکو کیا حق پہنچتا ہے میں تو آپ سے بات کر رہا ہوں۔۔۔ (مداخلت۔ شور)

جناب ڈپٹی اسپیکر: زیارتوال صاحب! آپ بیٹھ جائیں ناں۔ آپ chair سے نہیں کہہ سکتے۔ آپ بیٹھ جائیں ناں مہربانی۔ جو rules آپ کہہ رہے ہیں اسمیں یہ ہے کہ آپ ایک گھنٹہ، آدھا گھنٹہ پہلے office میں اسکو دے سکتے ہیں۔ اسپیکر کا استحقاق ہے کہ وہ جب بھی table کریں اُسکی اتنی power ہے وہ کسی چیز کو table کر سکتے ہیں۔ تو یہ ہماری اسمیں، ہم نے اسکو میرے خیال میں دیا ہے کہ وہ table کر دی ہے۔ تو یہ دونوں کارروائی کل کیلئے رکھ دیتے ہیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر! اسکو کل کیلئے رکھ دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اگلی کارروائی پر چلتے ہیں۔ مفتی گلاب صاحب! آپ مورخہ 24/ اگست 2013ء کے اجلاس میں مؤخر شدہ تحریک التوا نمبر 3 پیش کریں۔

تحریک التوا نمبر 3

مفتی گلاب خان کا کڑ: میں اسمبلی کے قواعد و انضباط کا رمجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 70 کے تحت ذیل تحریک التوا کا نوٹس دیتا ہوں۔ تحریک یہ ہے کہ ”ژوب کے علاقہ کستونی کلی باورمند میں ہیضے کی وبا پھوٹنے سے وہاں کے رہائشی سید محمد جاں بحق جبکہ سینکڑوں افراد اس سے متاثر ہو چکے ہیں۔ اسی طرح حالیہ سیلاب سے بلوچستان کے مختلف علاقوں میں بھی ہیضے کی وبا پھیلنے کا خدشہ ہے۔ (اخباری تراشہ منسلک ہے)“ لہذا اسمبلی کی کارروائی روک کر اس اہم اور عوامی نوعیت کے مسئلے پر بحث کی جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ کیا محرک اپنی تحریک کی موذونیت کی وضاحت فرمائیں گے؟

مفتی گلاب خان کا کڑ: جناب اسپیکر صاحب! ژوب اور ضلع شیرانی میں برسات کے موسم میں بارشیں زیادہ ہوتی ہیں، جب بھی برسات کا موسم آتا ہے تو اُس وقت وہاں ہیضے کی وبا پھیل جاتی ہے۔ اور اب بھی حالیہ بارشوں میں ہیضے کی وبا پھیل چکی ہے اور وہاں سینکڑوں افراد متاثر ہو چکے ہیں۔ سید محمد نامی شخص اسی کی وجہ سے ہلاک ہو چکا ہے۔ اور جہاں بھی، پورے بلوچستان میں سیلاب آتے ہیں وہاں بھی ہیضے کی وبا ہمیشہ معمول کی بات یہی ہے کہ پھیل جاتی ہے۔ لہذا میں ڈاکٹر مالک صاحب سے آپ کے توسط سے یہی request کرونگا کہ وہ جہاں بھی ہیضے کی وبا پھیل چکی ہے یا پھیلنے کا خطرہ ہے قبل از وقوع اس مرض کیلئے وہاں حفاظتی اقدامات فوری

طور پر اٹھائیں۔ اور اس کا حکم صادر فرمائیں۔ ڈوب کے ڈور دراز علاقے ہیں تقریباً تین، چار گھنٹے کی مسافت پر۔ جب کوئی ہیضے کے مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو وہاں سے اُسکو شہر تک لانے میں اُسکی پوری energy ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ زندگی اور موت کے درمیان اسی کشمکش میں ہوتا ہے۔ اور وہاں اتنی سہولیات نہیں ہیں۔ جو ہسپتال ہے وہ اتنا بڑا DHQ ہسپتال نہیں ہے کہ وہ پوری آبادی کو ایک ہی حال میں control کرے۔ بلکہ وہاں ہسپتال میں ادویات آبادی کی نسبت کم ہوتی ہیں۔ اور وہاں لوگوں کو حفاظتی ٹیکہ جات آسانی سے نہیں ملتے۔ اس وجہ سے سینکڑوں افراد متاثر ہو رہے ہیں۔ اور اسی مرض کی وجہ سے بہت زیادہ لوگ مرتے ہیں جس کا اخباروں میں ابھی تک آرہے ہیں۔ اور جو لوگ پہاڑوں میں رہتے ہیں وہ بھی مرجاتے ہیں لیکن اُن بچپاروں کا میڈیا تک رسد نہیں ہے۔ کہ وہ میڈیا تک اپنی مشکلات پہنچائیں۔ لہذا جناب اسپیکر صاحب! اس اہم اور عوامی نوعیت کے مسئلے پر تمام اراکین بحث کریں اور اس کے لیے فوری طور پر اقدامات اٹھائے جائیں۔ بہت شکریہ۔

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (قائد ایوان): قابل احترام معزز رکن کی تحریک کو appreciate کرتا ہوں اور چونکہ یہ آپ صحیح کہتے ہیں کہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہمارے ہاں صحت اور صفائی کا جو مروجہ طریقہ ہے وہ موجود نہیں ہے۔ اور یہ بھی ہماری بد قسمتی ہے کہ کہیں hospital نہیں ہے اور کہیں اگر hospital ہے تو وہاں ڈاکٹر نہیں ہے۔ اور اگر کہیں ڈاکٹر ہے تو وہاں دوائیاں نہیں ہیں۔ میں اس floor کے حوالے سے، چونکہ ہمارے پاس time نہیں ہے لیکن میں نے کہا تھا کہ دو دن ہم ہیلتھ اور ایجوکیشن پر رکھ کے۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی 30 تاریخ میرے خیال میں ہیلتھ پر بحث کیلئے رکھی ہے۔

قائد ایوان: جی ہاں۔ تاکہ ہم اس پر جتنے معزز اراکین ہیں وہ اپنا in put دے دیں اپنی رائے دے دیں۔ اُسکی روشنی میں کا بینہ اپنی ایک پالیسی بنا سکی اور وہ پالیسی پھر سب کیلئے قابل قبول ہوگی۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک ہم سب cooperate نہیں کریں گے ہم اپنے ڈاکٹر اپنے ٹیچرز اور جو ہمارے دوسرے محکموں کے ملازمین ہیں اُنکو دفتروں میں نہیں لاسکتے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ میں اس کا نوٹس لیتا ہوں اور سیکرٹری ہیلتھ سے کہوں گا کہ وہ اس بارے میں ایک تفصیلی رپورٹ پیش کریں۔ اسکے بعد، میری گزارش ہے کہ وہ تحریک پر زور نہ دیں۔

سردار عبدالرحمن کھیران: مُفتی گلاب صاحب نے جو تحریک التوا پیش کی ہے اس میں تھوڑا سا addition ہونا چاہیے کیونکہ بارکھان، موسیٰ خیل اور کوہلو یہ مونسون کے range میں ہیں۔ تو جب بھی بارشیں ہوتی ہیں ایک تو سیلاب کی صورت میں۔ میری سیکرٹری ہیلتھ سے کل میٹنگ ہوئی تھی جناب اسپیکر! آپ کے ہی دفتر میں۔

تو snake bite، کیونکہ پہاڑی ندی نالے آتے ہیں وہاں ہمارے علاقے مون سون کے range میں ہیں تو وہاں سانپ کے ڈسنے سے کافی اموات ہوتی ہیں۔ سیکرٹری ہیلتھ کی بڑی مہربانی کہ ہمارے ڈپٹی کمشنر اُنکے پاس آئے تھے اور انہوں نے پچاس عدد anti snake bite کے انجکشن دیئے تھے۔ تو وہ ناکافی ہیں۔ ہم جب متاثر ہوتے ہیں تو وہاں ایف سی اور ادھر سے لوگ آتے ہیں۔ ان کو تین چار ہزار روپے فی ٹیکہ ملتے ہیں اور وہاں کے سانپ اتنے زہریلے ہوتے ہیں کہ ایک مریض کو آٹھ سے دس ٹیکے لگانے پڑتے ہیں۔ تو اسمیں تھوڑا سا addition ہو کہ ہیضہ اور anti snake کے ٹیکے اسمیں شامل کیئے جائیں۔

قائد ایوان: I am very much touched with these issues. جب لہڑی، سب اور ڈیرہ بگٹی میں واقعہ ہوا۔ تو میں نے اُن سے کہا کہ آپ جلدی anti snake سمجھوادیں۔ میں جانتا ہوں بحیثیت ڈاکٹر کہ اُسکو کتنی جلدی ہے۔ لیکن unfortunately جو anti snake venom ہے، جس چیز سے بنتا ہے، وہ انڈیا سے آتا ہے۔ اور اس وقت اسکی shortage ہے، due to so many reasons. وہاں جو manufacturing ہے، وہ آئے کم۔ پھر کل، پروسوہم نے پھر tackle کیا، تو شاید پھر وہ agreement ہو چکا ہے۔ وہ یہاں پاکستان میں نہیں، وہ جو manufacturing ہے، وہ کم ہوئی ہے۔ تو چار، پانچ دن پہلے جو میں نے بات کی، تو انہوں نے کہا کہ وہ agreement ہو گیا ہے۔ اب اُسکی shortage نہیں ہوگی۔ انشاء اللہ ہم کوشش کریں گے کہ ہسپتالوں میں یہ پہنچادیں۔ اور اُس کا ایک reason یہی تھا۔ Thank you sir.

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی مہربانی۔ تحریک التواء نمبر 3 کا تعلق روزمرہ کے معمول کے واقعات سے متعلق ہونے کے علاوہ، مورخہ 30 اگست 2013ء کے اجلاس میں محکمہ صحت سے متعلق معاملات زیر بحث لانا پہلے سے حکومت کے ایجنڈے میں شامل ہے۔ لہذا محرک کا یہ معاملہ اُس بحث میں زیر غور لائیں۔ تحریک نمٹائی جاتی ہے۔ مورخہ 19 اگست 2013ء کے اجلاس میں باضابطہ شدہ اور مورخہ 24 اگست 2013ء کے اجلاس میں مؤخر شدہ تحریک التواء نمبر 1 اور اسمیں کلپ شدہ تحریک التواء نمبر 2 پر دو گھنٹے عام بحث۔ اگر کوئی اس پر بولنا چاہتے ہیں تو اپنے نام یہاں بھیج دیں۔

جناب منظور احمد خان کا کڑ: piont of order. جناب اسپیکر! 21 اگست 2013ء کے جنگ اخبار میں کنٹونمنٹ بورڈ کے حوالے سے، ”اطلاع عام“ کنٹونمنٹ بورڈ کچھ زمینیں جو علاقے کے آبا و اجداد کی ہیں۔ جیسا ہنہ اڈک، سرہ غڑگئی اور چشمہ کی زمینیں پہلے بھی آرمی والوں نے defence purposes کیلئے

لی تھیں۔ جو کہ اب تک defence purposes کیلئے وہاں کچھ بھی نہیں ہو رہا ہے۔ نہ اُس کے لئے انہوں نے استعمال کیے۔ جناب اسپیکر! وہاں رہائشی اسکیم اور پکنک پوائنٹ بنائے گئے ہیں۔ ہنہ اڈک کے حوالے سے میں بات کروں گا، جیسا کہ ہنہ اڈک کے پکنک پوائنٹ کے حوالے سے آرمی والوں نے وہاں کچھ جگہ بنائی ہے۔ اور گیٹ پر لوگوں سے پیسے لیتے ہیں، لوگ ٹکٹ لے کے اندر جاتے ہیں۔ اسی طرح جھیل کے حوالے سے۔ جھیل کی زمین یا سین زئی قوم کی ملکیت ہے۔ انہوں نے defence purpose کیلئے بیس پیسے زمین acquire کی۔ اور وہاں ابھی ہاؤسنگ اسکیم بنائی گئی ہے اور لوگوں کے پکنک پوائنٹ ہیں۔ پیسے collect کرتے تھے ویلفیئر کے حوالے سے۔ لیکن وہ پیسے کہاں جاتے ہیں؟ یہ کسی کو بھی معلوم نہیں جناب اسپیکر! اور اب دوبارہ جو میں نے اخبار کے حوالے سے بات کی، 21 اگست۔ اب دوبارہ انہوں نے ایک اور نوٹیفیکیشن جاری کر دیا ہے، ساڑھے آٹھ ہزار ایکڑ زمین acquire کر رہے ہیں، جو وہاں بازئی، کاسی اور مختلف قومیں رہتی ہیں، اُنکی آباء واجداد کی ملکیت ہیں۔ اور جناب اسپیکر! میں اُس حوالے سے آپکے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ زرغون ہاؤسنگ اسکیم، لیبر کالونی 1، لیبر کالونی 2، بشیر آباد ہاؤسنگ اسکیم، زیارت ٹاؤن، سرہ خلہ، سرہ غرگئی، کلی ملاخیل، کلی ناصران اور واہڈا کالونی جناب اسپیکر! اب اگر یہ زمین انکی acquire کر لیتے ہیں۔ اور پھر یہ لوگ جن کے آباء واجداد کی زمین ہے اور وہی بیس پیسے کے حساب سے acquire ہوگی۔ اور پھر جہاں جو یہ رہ رہے ہیں، یہ پھر کنٹومنٹ بورڈ سے NOC لینا پڑے گا، اگر ایک اینٹ بھی ہم لگائیں گے تو اس کے لئے بھی ہم انکے پاس جائیں گے انکو درخواست دیں گے۔ جناب اسپیکر! پہلے سے ہی کوئٹہ شہر کنٹومنٹ بورڈ نے آدھا لیا ہوا ہے۔ اب لوگوں کی آباء واجداد کی زمینیں ہیں، اب یہ بھی acquire کرنا چاہتے ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ آپ کا انمبرگ نوصار، جہاں ایئر فورس والوں نے بھی وہ زمین acquire کرنے کی کوشش کی ہے، وہاں کے جو معتبرین ہیں، انہوں نے گورنر صاحب سے رجوع کیا ہے۔ اور گورنر صاحب اُن سے اسی بات پر negotiation کر رہے ہیں۔ جناب اسپیکر! میں آپ سے اسی ایوان کے توسط سے ہمارے قائد ایوان بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ جو کارروائی ہے، جو کنٹومنٹ بورڈ کے حوالے سے ہے، اسکورڈ کا جائے۔ اور جہاں لوگوں کی زمینیں ہیں، یہ دوبارہ اُنہی لوگوں کو دینے جائیں۔

قائد ایوان: جناب اسپیکر! میں معزز رکن کا انتہائی مشکور ہوں کہ وہ عوامی مسائل کو اولیت دے کر point of order پر اُٹھایا ہے، میں اپنے معزز رکن کی سربراہی میں، اُسکو اس اسمبلی کے حوالے سے، گورنمنٹ کے حوالے سے، یہ اُسکو ذمہ داری دیتے ہیں کہ وہ جا کر ریونیو بورڈ والوں سے بیٹھے کے اور جو عام آدمی

کی زمین ہے، اُسکو اُونے پونے داموں میں بیچنے سے روکے۔ اور اگر ضرورت پڑی تو کنٹونمنٹ بورڈ والے جو ذمہ دار ہیں اُن سے بھی گورنمنٹ بات کریگی۔ تاکہ ہم اپنے لوگوں کو تحفظ دے سکیں۔ میں اپنے معزز رکن سے یہ کہتا ہوں کہ آپ اس مسئلے کو سنجیدگی سے لے کر ریونیو ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ مل کر اسکو آگے بڑھائیں۔

جناب عبدالمجید خان اچکزئی: ڈاکٹر صاحب! آپکے علم میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں، 2004ء کی اسمبلی میں یہ pass ہوا ہے، جو ہزاروں ایکڑ زمین اُنہوں نے خریدی ہے اُسکی payment بھی نہیں کی ہے۔ already کوئٹہ شہر % 80 آرمی کے پاس ہے اور % 20 پر ہم لوگ 27 لاکھ کے قریب آبادی رہتی ہے۔ اور % 80 پر صرف 26 سے 30 ہزار لوگ رہتے ہیں۔ وہاں پارک ہیں۔ گالف کلب ہیں۔ دو جھیلیں ہیں۔ جو کوئٹہ شہر کو پانی دیتے ہیں۔ اُن پر آرمی کا قبضہ ہے۔ ابھی یہ باقی زمین لے رہے ہیں۔ اُس کے ساتھ اُنہوں نے دوسرا بائی پاس بنایا ہوا ہے۔ اور پھر وہاں دو سو، تین سو سال سے رہنے والے لوگوں کو نوٹس دیئے ہیں کہ آپ لوگ یہ علاقہ خالی کر دیں۔ ہم اسکو بلیلی میں جو آرمی کا قلعہ ہے اُس میں اسکو add کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی تقریباً 30 ہزار سے زیادہ ایکڑ والی زمین ہے۔ یہاں بھی یہ لوگ encroachment کر رہے ہیں۔ payment بھی نہیں کر رہے ہیں۔ کسی کو چھوڑ نہیں رہے ہیں۔ ابھی ان علاقوں کو یہ لوگ کنٹونمنٹ بورڈ میں شامل کر رہے ہیں۔ کنٹونمنٹ بورڈ کی حالت تو آپ نے دیکھی ہے کہ ایک ایم پی اے بھی وہاں نہیں جاسکتا۔ مطلب وہاں ایم پی اے کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور جن کے بچے کنٹونمنٹ بورڈ میں پڑھتے ہیں آپ اُنکا پوچھ لیں اُنکی کیا حالت ہے۔ مطلب خالی یہ آرمی کیلئے کوئٹہ شہر تو نہیں ہے نہ یہ ملک آرمی کیلئے بنا ہوا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی جناب اسپیکر! CM صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُنکے knowledge میں لائینگے، پچھلی گورنمنٹ میں ایک بڑا ڈرامہ ہوا ہے۔ ہنہ جھیل سے لیکر بلیلی تک لوگوں سے مفت زمینیں آٹھ آنے یا ایک روپے کے حساب سے خریدی گئی ہیں۔ اور پھر اسکے اوپر گورنمنٹ میں موجود منسٹروں نے چھ چھ، یا سات سات سو ایکڑ زمین خریدی ہیں۔ اور ہاؤسنگ اسکیمیں بنائی ہیں۔ اور پھر یہاں 11 ارب 80 کروڑ یا 11 ارب 90 کروڑ روپے کی روڈ اُنہوں نے نکالی ہے۔ جب آپ نے نیا شہر آباد کرنا ہے۔ تو پرانے شہر کی حالت کیا ہوگی۔ آپ ریونیو کارڈ منگوا کر دیکھیں کہ ان پانچ سالوں میں کتنی زمینیں خریدی گئی ہیں۔ کوئٹہ شہر، پشتون آباد جس کی آبادی دس لاکھ کے قریب ہے۔ وہاں بوائز ہائی سکول ہے نہ گرنز ہائی سکول۔ نہ کوئی ہسپتال ہے نہ کوئی روڈ ہے۔ کوئٹہ شہر کی یہ حالت ہے اور زمین خریدنے اور دوسرا شہر آباد کرنے کیلئے اربوں روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ آپ جا کر کے دیکھ لیں۔ CM صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، ریونیو ڈیپارٹمنٹ سے یہ ریکارڈ منگوا لیں کہ یہ نیا بائی پاس

جو بنا ہے اسکی زمینیں کس نے خریدی ہیں؟ کس نام سے اور یہ ہاؤسنگ اسکیمیں کس نے بنائی ہیں؟ ایک طرف 27 لاکھ کی آبادی بیٹھی ہوئی ہے، پینے کا پانی نہیں ہے۔ دوسری طرف نئی اسکیمیں بنائی گئی ہیں۔ پانچ پانچ روپے، دس دس روپے ایک ایک فٹ زمین خریدی گئی ہے۔ جس کی قیمت آج ایک ہزار روپے ہے۔ پہلے کونٹہ شہر کوٹھیک کرنا چاہیے اُسکے بعد ہم نے دوسرا شہر آباد کرنا ہے۔ اور اُس میں ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے کہ ہم اُس سے بات کریں گے اور منظور صاحب بھی بات کریں گے اُس پر۔ اُس میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ پہلے جو زمینیں آرمی والوں نے acquire کی ہیں ابھی تک اُنکی payment بھی نہیں ہوئی ہے۔ تو یہ سارا معاملہ دیکھ لیں اور اُسکے اوپر ایک میٹنگ کر لیں آرمی والوں کے ساتھ۔ مطلب لوگ راضی نہیں ہیں زمین دینے کیلئے۔ یہ آرمی والے لوگوں کے ساتھ زبردستی کر رہے ہیں۔ Thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی جعفر صاحب۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب اسپیکر! آپ adjournment motion پر بات کریں۔ وہ جب تک ختم نہیں ہوگی، کوئی اور کارروائی کس طرح اُس میں clip ہوتی ہے۔ ٹھیک ہے اُس سے اہم مسئلے ہونگے۔ لیکن Already, you have done it too۔ اُسکے law and order کے اوپر آپ نے بحث شروع کروادی ہے۔ کہ وہ ایک بار complete ہو جائے۔ معزز ممبران کو حق ہے کہ وہ بولیں۔ لیکن rules کے مطابق یہ ہے کہ جس issue کو آپ زیر بحث لائینگے جب وہ ختم ہو جائے اُسکے بعد کوئی نیا issue، معزز ممبران کا حق ہے کہ وہ عوامی مسائل کے متعلق لا سکتے ہیں۔

جناب عبدالرحیم زیارتوال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر صاحب! جیسے منظور صاحب نے کہا میں اُس حوالے سے بولنا چاہتا ہوں۔ مسئلہ یہ ہے جناب اسپیکر! ہنہ اڈک کا جو پانی ہے انگریز کے ساتھ ایک معاہدے کے تحت چھاؤنی کو دیا گیا ہے۔ اور ہنہ اڈک سے اب زبردستی آرمی والے لے جا رہے ہیں۔ اس معاملے کا بھی جائزہ لیں۔ مولانا صاحب تھوڑی تسلی کر لیں۔ اسکا بھی جائزہ لیں۔ ہنہ اڈک کا پانی باغات کیلئے ہے۔ وہ سارا پانی زبردستی چھاؤنی لانا چاہتے ہیں جس کی ہم مخالفت کرتے ہیں۔ اور یہ کام غلط ہے۔ اور انگریز کے ساتھ طے شدہ معاہدے کے تحت جتنا پانی ہے اور جو فوج کی مقدار ہے وہ اُنکو دیں گے۔ باقی ہنہ کے جو لوگ ہیں وہ اُسکے مالک ہیں۔ اور یہ اُنکی سر زمین ہے۔ تو یہ بھی اُنکے ساتھ include ہو۔ اور اس پر بھی وہ بعد میں بات کریں اور اُسکو آگے لے جائیں۔ شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: زیارتوال صاحب! ابھی تحریک التوا نمبر 1 اور 2 پر بحث ہے۔ تو آپ ایسا کریں۔

اگر اس طرح کوئی معاملہ ہے پھر اسکے لئے آپ ایسا کریں، جس پر بحث ہے kindly اُس پر آجائیں۔ اگر کوئی چیز ہے آپ اس چیمبر میں دے دیں، اُسکو کارروائی میں شامل کریں گے۔ بابت لالہ! آپ اس پراسپیکٹر چیمبر میں دے دیں، ہم اُسکو اگلے کارروائی میں شامل کر لیں گے۔۔۔ (مداخلت) ابھی جو بحث ہے وہ امن وامان کے سلسلے میں ہے۔ تو آپ بھی بات کریں گے یا کوئی اور بات کریگا ناں۔ اس طرح یہ ہے کہ اسمبلی کو اپنے طریقے سے چلنے دیں، آپ لوگ۔۔۔ (مداخلت) آپکے بولنے سے اس طرح کوئی نہیں ہوگا۔ بابت بھائی! آپ مہربانی کر کے بیٹھ جائیں۔

سردار عبدالرحمن کھٹیران: point of order گزارش یہ ہے کہ نماز کیلئے وقفہ کر دیں۔ اور جو کوئی شوگر کا مریض ہوگا وہ جا کے پکوڑے کھائیں تو fresh ہو کے آجائینگے۔ پھر تروتازہ ہو کے تین بجے رکھیں۔ fresh نہیں ہے دیکھیں حاجی گل محمد صاحب اور رحیم جان غصہ ہو رہے ہیں۔ ابھی بابت لالہ! شروع ہو جائینگے۔ جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں نہیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب اسپیکر! میری آپ سے request ہے کہ آپ اسمبلی کو rules کے مطابق جو اسمیں آرڈر ہے، چلائیں۔ ورنہ تین گھنٹے point of order پر ضائع ہو رہے ہیں۔ ہم لوگوں کو پھر ضرورت نہیں ہے بیٹھنے کی۔ ٹھیک ہے اگر rules کیلئے adjournment motion accept ہوگی ہے۔۔۔ and everyone is sitting for that۔ سب سے پہلے اُسکے اوپر بحث ہونی چاہیے۔ ٹھیک ہے ممبران کا حق ہے لے آئیں۔ لیکن قاعدے ایک ترتیب کے مطابق۔ بغیر قاعدے اور بغیر ترتیب کے چلیں گے تو اسمبلی کی اپنی افادیت بھی ختم ہو جائیگی اور یہ کبھی ناختم ہونے والا ایک معاملہ بن جائیگا۔ پھر ہیلٹھ کے اوپر بحث ہو سکے گی نہ law and order کے اوپر۔ تمام ممبران صاحبان کو بے شک حق ہے۔ کہ عوامی نوعیت کے جو مسئلے آئے ہیں، یہ سب اہمیت والے ہیں۔ لیکن ایک ترتیب سے اگر چلائیں تو وہ بہتر چل سکتی ہے۔ جناب ڈپٹی اسپیکر: ایسے کرتے ہیں، نماز کیلئے آدھے گھنٹہ کا وقفہ کرتے ہیں۔ اُسکے بعد آ کے اُسکے اوپر بحث کریں گے۔ ایک گھنٹے کیلئے وقفہ کرتے ہیں۔ تین بجے دوبارہ اسمبلی کی کارروائی شروع ہوگی۔

(اسمبلی کی کارروائی دوبارہ 3 بجکر 15 منٹ پر زریں صدارت جناب ڈپٹی اسپیکر، میر عبدالقدوس بزنجو، شروع ہوئی)

جناب ڈپٹی اسپیکر: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ معزز اراکین اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ جائیں تاکہ کارروائی کا باقاعدہ آغاز کیا جائے۔ تحریک التوا نمبر 1 اور 2 پر دو گھنٹے بحث کیلئے، جعفر خان مندوخیل صاحب! اگر اس پر بات کرنا چاہیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ شکر یہ جناب اسپیکر! law and order پر آج جو تحریک التوا آئی ہے اور بحث بھی ہوئی ہے۔ ویسے بھی حکومت کا اپنا ایک پروگرام تھا کہ یہ law and order کے اوپر اسمبلی میں سیر حاصل بحث کریں گے اور پھر وہاں جو تجاویز آئیں گی تاکہ اُن تجاویز پر عمل کر کے کوئی policy بنائی جائے۔ کیونکہ تمام اسمبلیوں میں اپوزیشن بھی ہوگی اور حکومت بھی، یہ تمام۔ تو definitely اس وقت ہم بجائے زیادہ تنقید کرنے کی، وہ تو سارا جن کو معلوم ہے law and order۔ اگر کوئی اسکو تنقید کا ذریعہ بنائے، تو کل تک تنقید کرتے رہیں تو میرے خیال میں کم ہے۔ لیکن بہتر یہ ہوگا، آج پہلے میں اس وجہ سے اُٹھا کہ ہم آج اس پر بحث کریں گے۔ ٹھیک ہے اُسکی root cause بھی بتادیں۔ as a C.M. جو as a government ہم لوگوں کی responsibility بنتی ہے۔ اور as a C.M. جو ڈاکٹر صاحب کی ذمہ داری بنتی ہے۔ ہم سب کی جو ذمہ داری بنتی ہے یا بحیثیت بلوچستانی جو سب کی ذمہ داری بنتی ہے۔ اُسکی طرف بھی ہم لوگ بنیادی توجہ دے دیں اور تجویز دیں۔ اور انہی تجاویز میں سے ہم لوگ عمل کر کے، شاید اُس سے کوئی بہتری آسکے۔ آج کا مقصد یہ تھا۔ کیونکہ basically ہر وقت بیورو کریٹ کے ایک عمل کے اوپر چلنا یا ایک لکیر کے اوپر چلنا بعض وقت کامیابی کا باعث نہیں بنتا۔ عوامی نمائندے ہیں، ہر علاقے سے آئے ہیں۔ میرے خیال بلوچستان کا کوئی بھی حلقہ نہیں ہے۔ میرا خیال نہیں بلکہ confirm ہے کہ کوئی بھی حلقہ نہیں ہے کہ جدھر سے لوگ نہیں آئے ہوں۔ لہذا ہر ایک اپنے علاقے کی بھی تھوڑی بہت صورتحال بتا دے گا۔ picture بتادیں گے۔ پھر تجاویز بھی پیش کریں گے۔ امن و امان اگر دیکھا جائے تو پچھلے چھ، سات سال تو اتر سے بہت زیادہ خرابی آرہی ہے۔ کچھ مذہبی رجعت پسندی یا sectarianism کا کہہ دیں۔ اُسکی وجہ سے بڑی خرابی ہوئی ہے کہ جس میں انٹرنیشنل طاقتیں پڑی ہوئی ہیں۔ صاف کہوں گا اُنکا game ہے۔ اور میدان جنگ انہوں نے ہمارے صوبہ اور ہمارے شہر کو بنایا ہوا ہے۔ خدا کیلئے تم لوگوں کے اپنے بڑے بڑے ملک ہیں۔ اس لڑائی کو وہاں shift کر لو۔ اگر لڑنا ہے تو وہاں آبادی بھی زیادہ ہے۔ یہاں شیعہ غریب کی آبادی بھی بہت کم ہے۔ اگر اُسکو مارنا شروع کر دیں تو وہ مقابلہ بھی نہیں کر سکیں گے۔ تو لہذا لڑائی کیوں after Iran انقلاب جو ہے، basicly ہر انقلاب جو ہے export ہوتا ہے ایک جگہ پر نہیں رکتا۔ اسکے اثرات شام، لبنان اور دیگر عرب ملکوں میں آنے لگے ہیں، عراق میں ایک شیعہ گورنمنٹ آئی۔ انہوں نے یہ کر لیا کہ انکو اس چیز میں مبتلا کر دیا ہے کہ بھی شیعہ، سنی کی لڑائی شروع کر دو۔ تاکہ یہ ایک ہی کبھی نہ ہو سکیں۔ انقلاب تو آگے export ہونے کی کوئی بات نہیں ہے basic ادھر سے ہوا۔ ایک گروپ پیدا ہوا اسکو فنڈنگ کر رہے ہیں کچھ ممالک، سعودی

وغیرہ۔ دوسرا گروپ جو پیدا ہوا۔ اُنکو بھی پیدا کیا گیا۔ وہ بھی ایسا مظلوم نہیں ہے۔ آج مظلوم ہوں گے۔ لیکن ایران گورنمنٹ نے بھی ہمارے اس خطے میں پوری دلچسپی لی۔ وہ بھی سب کے سامنے ہے ایسے کسی کو معاف نہیں کرنا چاہئے۔ تاریخ اپنے آپکو نہیں بدلتی۔ تو یہ جو بنا ہے اُس نے یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ آج کل کوئی بھی آدمی کسی روڈ پر اپنے آپکو۔ پھر ایسی تحریکوں میں جرائم پیشہ بھی آکر کے اپنی پناہ گاہ بنا لیتے ہیں۔ اس میں بدی دار لوگ بھی آکر کے بد معاش لوگ لا کر کے وہ بھی اپنی پناہ گاہ بنا لیتے ہیں۔ اور انکو use کرتے ہیں۔ اور انکو as a shelter استعمال کرتے ہیں۔ تو وہ بھی اسمیں شروع ہو گیا۔ ایک تو یہ ہے، دوسرا جو ہے۔ نواب صاحب کے قتل کے بعد یا اس سے پہلے state away میں یہ کہوں گا کہ جو نیشنلسٹ تھے ان سب کو۔ اس اسمبلی میں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم لوگ اس طرف بیٹھے ہوئے تھے جو ڈاکٹر صاحب والوں کی پارٹیاں تھیں، وہ اُس طرف بیٹھی ہوئی تھیں۔ بالکل corner کر دیا گیا۔ جب کسی کو corner کر دیتے ہیں کسی کا گلہ دبا دیتے ہیں اُس کا پھر ہمیشہ غلط نتیجہ نکلتا ہے۔ اُس دم گھننے کی وجہ سے تحریکیں شروع ہوئیں۔ بلوچستان کے حوالے سے بھی اُنکے اندر بھی دوسرا تیسرا جس نے آج اسکو پھر اسمیں ایک لڑائی شروع ہوئی۔ اسمیں نواب صاحب شہید ہوئے۔ اُس نے آج وہ صورت اختیار کر لی ہے سب سے زیادہ اسکو اپنے ایریا کا پتا ہوگا کہ کیا پوزیشن ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عام پولیس اور لیویز یا اُنکے بس کا کام نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی دہشتگرد یا کوئی بھی آدمی۔ وہ اپنے پسند کے مطابق target select کرتا ہے۔ اور اس وقت وہ جاتا ہے اُدھر وار کرتا ہے۔ جب اُدھر سے کوئی retaliation نہیں ہوتی۔ definitely اُدھر اگر ایف سی کھڑی ہوگی تو کوئی نہیں آئیگا۔ ایسا easy موقع ڈھونڈے گا تا کہ وہ وار کر کے بھاگ بھی جائے۔ جس نے پورے بلوچستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ یہ تو main دو آپکے، سیکٹیرین اور پولیٹیکل یا ان چیزوں کی ایک ترتیب ہے اور اتنی خرابی پیدا کر دی ہے۔ اسمیں بھی پھر سب جرائم پیشہ نے۔ نیشنلسٹ موومنٹس میں بھی یا ان لوگوں کے موومنٹ میں بھی پھر سارے جرائم پیشہ، سارے اپنے مطلب والے لوگ، سارے مخالف لوگ، انہوں نے as a shelter اسکو استعمال کیا پھر یہ ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ ادھر جو ہماری قبائلی لڑائیاں ہوئی ہیں۔ سارے چور بد معاش اُنکے باڈی گارڈ بن جاتے ہیں۔ اور دوسرے کے بھی باڈی گارڈ بن جاتے ہیں۔ پھر سارا دن اپنی کارروائی کرتے ہیں۔ حفاظت انکو ملی ہوئی ہے۔ انکی آڑ میں تو یہ بڑی جو کارروائیاں چل رہی ہیں، اسکو بھی جرائم پیشہ نے اپنی پناہ گاہ بنا لی ہے۔ تو انہوں نے پھر اپنی کارروائی شروع کر دی ہے۔ روڈوں پر ٹرکوں کو لوٹنا مسافروں کو لوٹنا انوا برائے تاوان اور دوسری قسم کی جو وارداتیں شروع ہوئی ہیں جس سے ایک دم crime rate اتنا بڑھ گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اُس نے ایک

وباء کی شکل ایک بلا کی شکل اختیار کر لی ہے۔ criminals پہلے بھی تھے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ صوبہ اس سے پہلے crime سے خالی رہا ہے کبھی crime free نہیں رہا ہے۔ criminals پہلے بھی تھے۔ لیکن ان چیزوں کی وجہ سے انکو اور زیادہ up مل گیا ہے۔ کوئٹہ کراچی route، اگر آپ دیکھیں اس پر اکیلا آدمی drive کرتا ہوا کراچی پہنچ جاتا۔ کسی کا ایک بال بھی نقصان نہیں ہوتا۔ اب اگر ہمارا کوئی رشتہ دار ادھر جاتا ہے تو ہم اسے کہتے ہیں کہ پہلے خضدار سے ٹیلیفون کرو پھر وڈھ سے۔ وڈھ کے بعد لوگ اسمیں ملوث نہیں ہیں۔ ادھر آج تک ایسا کوئی incident نہیں ہوا ہے۔ کیوں نہیں ہوا ہے؟ یہ چیزیں جو ہیں ان میں پھر قبائل بھی ملوث ہو جاتے ہیں۔ یہ ہمارے لئے اور صوبے کے لئے سب سے بڑا problem بن گیا ہے۔ مالی position ہمارے صوبے کی ماشاء اللہ بہتر ہے۔ ہم لوگوں نے لوٹ کھسوٹ کر کے اگر ہم لوگوں نے اڑائے ہیں پیسے۔ وہ ہم لوگوں کا قصور ہے۔ وہ اتنا نہیں ہے کوئی دو سو ارب روپے کا بجٹ اس صوبے کیلئے میں سمجھتا ہوں بہت ہے۔ مزید بھی انسان کوشش کر کے فیڈرل گورنمنٹ سے دوسرے جو انکے فیڈرل پروجیکٹس ہیں وہ لائے جاسکتے ہیں۔ وہ اولین مسئلہ ہمارا نہیں ہے ہمارا اولین مسئلہ law and order ہے۔ جو اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ ہر شہری کا ذہن۔ بہت سے لوگوں نے، جو سرمایہ دار لوگ تھے۔ جو سیکینڈل لوگ تھے۔ جو کام والے لوگ تھے۔ انہوں نے یہاں سے ہجرت کر لی۔ کیونکہ انکو ہر جگہ مزدوری ملتی تھی۔ آج کراچی، اسلام آباد اور لاہور دیکھیں یہ ہمارے لوگوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ پورا پنجاب اور دوسری جگہوں میں یہ سارے پھیلے ہوئے ہیں۔ چاہے وہ یہاں کے سیٹلرز ہوں، وہ بھی ادھر کے ہیں۔ even آسٹریلیا تک گئے ہیں چاہے وہ شیعہ برادری ہو، وہ بھی اسی صوبے کے لوگ ہیں۔ چاہے ہمارے دوسرے لوگ ہیں سرمایہ دار یا بزنس مین طبقہ ہے، وہ بھی اس صوبے کا ہے۔ وہ اس صوبے کو چھوڑتے ہوئے جا رہے ہیں۔ ایک تو ماشاء اللہ ہم وزیر سب ٹھیکیدار بن گئے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ بابا! ادھر ویسے ہی روزگار ختم ہو گیا ہے۔ روزگار یہ خود کر رہے ہیں، سرکار 65 ارکان کافی ہیں روزگار کیلئے۔ تو کوئی روزگار کے پیچھے گیا ہے۔ حتیٰ کہ پلمبر کو بلائیں گھر پر آپ کو نہیں ملے گا۔ بجلی والے کو بلائیں وہ آپکو تین تین دن بعد ملتا ہے۔ پہلے آکر کے ہر ایک تھڑے پر بیٹھا ہوتا تھا۔ یہاں ایک پوزیشن اس نے اختیار کر لی اسکے لئے تو میری اپنی suggestions یہ ہیں کہ indiscriminate چاہے وہ نیشنلسٹ ہو، چاہے اس نے بلوچستان کے نام پر تحریک شروع کی ہو۔ چاہے اُس نے مذہب کے نام پر تحریک شروع کی ہو چاہے اس نے سیکٹری ازم کے نام پر تحریک شروع کی ہو۔ گورنمنٹ کو ہر صورت میں اپنی writ establish کرنی چاہئے۔ چاہے اسمیں میرا اپنا بھائی بھی آجائے۔ گورنمنٹ کا یہ کام ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنی

writ establish کرے۔ اسکے بعد دوسرے مرحلے ہیں، چاہے اپنی لوکل فورسز ہیں آپکی لیویز کس کام کی ہے۔ مطلب سب سے بڑی فورس تو وہی ہے، provincial force میرے بھائی کا کیمپ تھا ادھر کھڑا کچھ میں۔ بیس BC والے کھڑے تھے لیکن وہ اسکی حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔ دو FC والے کھڑے کر دیئے، پھر ادھر قریب کوئی نہیں جاتا تھا۔ یعنی آپکی provincial forces کا مورال وقت کے ساتھ اتنا down ہو گیا ہے کہ یہ حکومت تو کل کل اور آج آج آئی ہے، اسکو تو درست کرنا ہے ہم لوگوں نے، ان تمام چیزوں کو۔ تو آپکی فورسز کا مورال اتنا ہے۔ لیویز اچھی فورس تھی۔ لیکن after ڈیولوشن اور وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ power کا ختم ہونا۔ جس نظام کے تحت یہ چل رہا تھا۔ ابھی تو سارے گھر بیٹھے رہتے ہیں۔ آفیشل چھٹی اُنکی مہینے میں پندرہ دن ہوتی ہے، ہر ایک کی آفیشل چھٹی۔ وہ unofficial جو کرتے ہیں، وہ تو خیر انکی اپنی مرضی ہے۔ میرے اپنے ڈسٹرکٹ میں۔ یہ میں دوسروں کی بات نہیں کرتا۔ دوسروں کا بھی یہی حال ہے۔ تو وہ ہے آپکے BC کو upgrade کرنا ہے کہ آپ جا کر کے اسکو 20 آدمی ایک ایک پلاٹون ایک ایک جگہ ڈال کر سالوں تک پڑا ہے۔ وہ بھی کوئی نہیں ہے۔ Excess use of Military یا FC وہ بھی نقصان دہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں long term کیلئے لوگوں کے ساتھ اُنکی ایڈجسٹمنٹ جو ہوتی ہے وہ نہیں ہوتی ہے۔ وہ اپنے معاشرے، ماحول سے آئے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ ادھر اپنے اُنکے ماحول، معاشرے دوسرے ہوتے ہیں۔ پھر وہ خود ان چیزوں میں، آپ ادھر سے چمن جائیں میرے خیال میں law and order کے بہانے دس چین لگائی ہوئی ہیں۔ اینٹی اسمگلنگ فورس بن گئی ہے۔ تو سب سے پہلے ہم اپنی فورسز کو مضبوط کریں۔ اُن سے کام لیں۔ چاہے اُسکے لئے ہم کو legislation میں جانا پڑے۔ چاہے اُسکے لئے اُنکی up gradation ہمیں کرنی پڑے۔ اُنکے لئے vehicles یا اسلحہ وغیرہ۔ میں سمجھتا ہوں اسلحہ تو ہے ابھی بھی کافی ہے۔ ان کو vehicles وغیرہ provide کر دیں۔ یا اُنکے اوپر ایک check system ہو۔ پولیس کی حدود تو خوب شہر تک ہے۔ بقایا کیا کریں گے؟ کا کڑخرا سان 180 کلومیٹر ہے۔ شیرانی الگ ہے۔ دوسرا الگ ہے۔ پولیس کی حدود تو دو دو، تین تین، چار چار میل ہوتی ہیں۔ اسمیں اُنکی اپنی ایک ترتیب ہوتی ہے۔ provincial forces کو up grade کرنا اور صحیح معنوں میں اُنکی ذمہ داری لگانا۔ اس پر بڑے لوگوں سے discussion کرتے ہیں۔ ہماری لیویز کارآمد فورس ہے اگر اُن سے کام لیا جائے۔ لیکن جو موجودہ انکی حالت ہے، آج نہیں کافی عرصے سے وہ فورس ہی نہیں ہے۔ چاہے وہ جائے یا نہیں جائے کسی کے گھر میں برتن دھوے دوسرا کرے تیسرا کرے۔ وہ تو اپنی جگہ پہ ایک اُنکو ذمہ داریاں تقریباً دے رہے ہیں ابھی

devaluation کے بعد اور آپکی extension of judiciary to all of the Pakistan کے District Magistrate system کے اوپر جو فرق آیا ہے اُس نے لیویز فورس کو نا کارہ بنا دیا ہے۔ اُسکو آپکو کارآمد بنانا پڑیگا۔ اپنی پولیس جو ہے، اُن سے بعض دوڑ دھوپ کر لیں۔ نہیں جی قبائلی دشمنی پیدا ہو جائیگی۔ کیا قبائلی دشمنی تمہاری پیدا ہو جائیگی؟ چور جا کر چوری کرتا ہے میں اس وجہ سے نہیں کہتا کہ میری۔ اُس دن کوئی جا کر ڈپٹی کمشنر کو رپورٹ دی۔ کہ تم مجھے قبائلی دشمنیوں میں پھنساتے ہو۔ اُس نے اسٹنٹ کمشنر سے کہا۔ اسٹنٹ کمشنر نے 8 لیویز والے اُٹھائے اور وہ سارا مسئلہ ہی ختم کر دیا۔ یعنی کہ ڈپٹی کمشنر level تک بھی اس بات پر آگئے ہیں ”کہ ہماری قبائلی دشمنیاں لوگوں کے ساتھ پیدا ہوگی“۔ پھر آپ کس طرح اس صوبے کو کنٹرول کریں گے۔ یہ ایک ترتیب ہے اسکو صحیح کرنے کی۔ اُس میں پھر ہم سب House کو۔ جو ہمارے گھروں میں ہم لوگوں نے باورچی بٹھائیں ہوئے ہیں یا دوسرے تیسرے۔ چھوڑ دیں، واپس، اُسکی اتھارٹی، لائن آف کمانڈ جو ہے اُسکو proper کر کے ایک فورس کے طور پر استعمال کرنا چاہئے۔ میں نے پہلے کہا کہ ایف سی deterrent فورس ہے۔ لیکن ہمیشہ آپ دیکھ لیں۔ 90%، 95%، 98% جو ہے انکی in put ہے۔ یہ بھی آپکو فرق کرنا پڑیگا in put دیکھیں۔ آج کے حالات انٹرنیشنل اور جب ضیا الحق صاحب نے ادھر ایک اسلام کا وہ شروع کر دیا پوری دُنیا کا خطے کا ایک burning area اس کو بنا دیا۔ اُسکے بعد definitely فرق، مجموعی ایک انٹرنیشنل پوری دُنیا پوری انٹرنیشنل کمیونٹی وہ بھی، ہمارے ان حالات میں اُنکا بھی بڑا ہاتھ ہے کہ یہ خراب ہو جائیں۔ کیونکہ ہم کرتے رہے ہیں ہم لوگ ہر جگہ پھنگا لیتے رہے ہیں۔ ہر ایک کے کام میں کام کرتے رہے ہیں۔ جیسے زمرک صاحب نے کہا کہ آگ جو ادھر لگی ہوئی ہے، کل ہمارے گھر تک بھی پہنچ جائیگی۔ ایک وہ آگ ہمارے ہاں پہنچ گئی۔ خطے کو ہم نے اسلحے اور بارود کا ایک ڈھیر بنا دیا ہے ابھی ہر گھر اور جڑی کیمپ بنا ہوا ہے۔ یہ چیزیں تو definitely پھر اُسکا تو حصہ ہیں۔ یہ چیزیں ہوتی ہیں۔ نئی نسل جو growth کر رہی ہے ماسوائے killing machine ہیں اُنکو تو کچھ پتا ہی نہیں کہ اور کیا کرنا ہے۔ میری اپنی suggestion یہ ہے کہ سب سے پہلے جو بھی requirement ہے۔ سر جوڑ کر کے writ of government, improvement of our forces. یہ ہم establish کر لیں۔ کیونکہ پھر بھی ہم نے سنبھالنا ہے۔ یہ نہیں کہ حالات اتنے خراب ہو گئے ہیں ہم لوگ بس چھوڑو بابا! اسکو۔ کراچی جاؤ، لندن جاؤ یا دبئی جاؤ۔ نہیں گورنمنٹ ہے ہماری responsibility ہے ہم کو لوگوں نے elect کیا ہوا ہے ”کہ آپ نے یہ چیزیں درست کرنی ہیں“۔ یہ ہمارے اوپر آتا ہے۔ لیکن یہ negotiation والا بھی

ہمیشہ دُنیا میں جو بھی بدیاں ہوتی ہیں، چاہے ہماری قبائلی بدیاں ہیں، چاہے ہمارے پولیٹیکل معاملات ہیں، وہ بھی میں سمجھتا ہوں ہر وقت وہ option بھی ہم کو کھلا رکھنا چاہئے۔ چاہے وہ مذہبی قوتیں ہیں یا sectarian ہیں یا دوسرے ہیں۔ اُن سے کہنا ہے کہ بابا! کیا کر رہے ہو، کیا ترتیب ہے۔ ایک دوسرے کیساتھ بیٹھا کر کے تھوڑا بہت فیصلہ کروا کر کے راستے مل جاتے ہیں۔ sincerely کوشش کی جاتی ہے پھر راستے مل جاتے ہیں اور یہ جو بلوچ areas میں شروع ہوئی ہے اُسکا بھی ایک حل یہ ہے لیکن یہ اُس وقت ہوگا جب آپکی گورنمنٹ ادھراتی سخت ہوگی۔ پھر وہ بھی مجبور ہونگے کہ چلو بابا! وہ کہتے ہیں۔ جب بدی ہوتی ہے جب جھگڑے ہوتے ہیں تو شروع میں بہت زوروں پر ہوتے ہیں ایک دوسرے کی نہیں سنتے۔ جب بعد میں نقصان اُٹھالیتے ہیں اور تھک جاتے ہیں۔ پھر اُس میں فیصلے کے راستے مل جاتے ہیں۔ تو writ of government establish ہوگی اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک movement چلائی جائے۔ کہ خُدا کیلئے اب آ جاؤ تمہارا اپنا ملک ہے۔ کیوں اس کو خراب کر رہے ہو۔ صرف جعفر خان یا ڈاکٹر مالک کا ملک نہیں ہے۔ یہ سارا صوبہ یہ پورا ملک ہم سب کا ہے۔ جو لڑ رہے ہیں اُنکا بھی ہے۔ جو مر رہے ہیں اُنکا بھی ہے۔ تو کیا ہم لوگوں کو اس میں کوئی ایسی آپ لوگوں کی خطائی ہے۔ ابھی میں سمجھتا ہوں پہلے مل رہا تھا راستہ۔ لیکن کچھ وہ جو جیسے مشاہد صاحب نے کہا کہ اُس زمانے میں definitely اُنکی یہ تھی ”کہ بھائی اسکے ساتھ ہو، اُسکے ساتھ نہ ہو“۔ لیکن وہ وقت گزر گیا ایسے اب situation completely تبدیل ہو گئی ہے۔ ابھی اُنکو چھوڑ دو کہ جی جو ہوا ہے وہ ہو گیا ہے۔ آج جس نہج پہ جس جگہ پر ہم لوگ کھڑے ہیں۔ آپکو میں نے بتایا کہ strict measures پولیس کو جو ابده بنانا چاہئے۔ لیویز کو ایک صحیح فورس بنانا چاہئے۔ DC کا ایک کام بنانا چاہئے۔ F.C کا ہم کو minimum use کرنا چاہئے۔ جیسا ڈپٹی کمشنر ہوتا تھا لیویز کو بھجواتا تھا کہ فلاں فلاں کو حاضر کر دو۔ وہ آدمی نہیں حاضر ہوتے تھے یا کدھری بغاوت کرتے تھے۔ سال میں ایک دو مرتبہ ایک raid کر دیتے تھے FC کا۔ پھر وہ FC کا ایک خوف ہوتا تھا کہ بھئی اگر لیویز کے ساتھ ہم لوگ نہیں گئے اسکے بعد پھر strong force آنے والی ہے۔ جو کہ ہم لوگوں کو زبردستی لے جائے گی۔ تو وہ options کے طور پر ہم کو استعمال کرنا چاہئے۔ لیکن daily use میرے خیال میں میں سمجھتا ہوں کہ اُنکا زیادہ پھران چیزوں میں involved ہونا۔ جیسا کہ کراچی کے رینجرز اور پولیس میں ابھی میں نہیں سمجھتا ہوں کہ کوئی خاص فرق رہ گیا ہے۔ تقریباً، تقریباً ایک طرح کے ہو گئے ہیں۔ اور یہ political options جو ہیں، اسکے اُوپر فوری توجہ دینی چاہئے۔ ایک انٹرنیشنل اثرات جو ہمارے صوبے پر، افغان جنگ کے اثرات ہمارے صوبے پر ہیں۔ انڈیا ہے اُسکے

اثرات ہمارے صوبے پر ہیں۔ even nuclear power کے اثرات ہمارے صوبے پر ہیں، اُن کی طرف بھی as a آپ کی جو فیڈرل گورنمنٹ کیونکہ یہ اُس کے دائرہ کار میں آتے ہیں، اُن کو بتانا چاہئے کہ کچھ چیزیں آپ درست کریں۔ جس کو پیسے ملتے رہیں گے، جس کو اسلحہ ملتا رہے گا، وہ تو لڑیں گے۔ وہ چیزیں اُدھر سے بند ہو جائیں اُدھر سے check ہو جائیں۔ تو اسکے لئے ہم لوگوں نے اقدامات کر کے ساتھ ہی ساتھ talks کر کے۔ جو ہمارے جڑ گے سسٹم یا ہمارے معتبرین سسٹم ہوتے ہیں یا ہمارے مذہبی راہنما، اُنکے ذریعے سے بھی اسکے لئے راستے نکل سکتے ہیں۔ بہر حال سب پارٹیوں نے بولنا ہے، بولنے کیلئے اگر کل تک ہم بولتے رہیں تو پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ کم ہوگا۔ لیکن اسکے اُوپر بیٹھ کر کے اسمبلی ایک sub committee بنا دے، بیشک تجویز یہ بھی ہے۔ جو آج کی تجاویز ہیں اُنکو ایک proper shape دے دیں۔ بیشک اپوزیشن کی بھی ہوں۔ اور آئی جی بھی اُس میں بیٹھ جائیں۔ وہ بھی کہیں کہ یہ possible ہے یا نہیں۔ مرضی ہو گورنمنٹ کی یا اُن ممبران کی تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو آج تجاویز آئیگی اسکو finalize کرنے کیلئے یا اسکو sum up کرنے کیلئے کہ کوئی کارروائی ہمیں کرنی چاہئے۔ اگر ایک کمیٹی بن جائیگی میں سمجھتا ہوں بُرا نہیں ہے۔ بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: سابق اسپیکر جمال شاہ کا کڑ، اسپیکر باکس میں بیٹھے ہیں۔ ہم اُنکو welcome کہتے ہیں۔ جی گل محمد صاحب۔

حاجی گل محمد صاحب: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب اسپیکر! میں آپکا مشکور ہوں کہ آپ نے میری تحریک التوا پر جو ہم نے پیش کی تھی، بولنے کی اجازت دی۔ اب تو ماشاء اللہ سب با وضو ہیں، سب نے نماز پڑھی ہے۔ کوئی بھی انشاء اللہ غلط بات نہیں کریگا۔ جناب اسپیکر صاحب! پچھلے دنوں جو تحریک التوا ہم لائے تھے، اُس میں 8 اگست کو SHO محب اللہ صاحب اور بعد ازاں اُنکی نماز جنازہ میں پولیس لائن میں جو خود کش دھماکہ میں 28 پولیس آفیسرز شہید ہوئے ہیں۔ اور اسکے بعد 9 اگست کو عمید الفطر کے دن فاروقیہ مسجد کے تینوں دروازوں پر دہشتگرد کھڑے اُنکے پاس سکیل اور راکٹ لانچر تھے۔ اور انھوں نے نمازیوں پر گولی چلائی۔ اور اُس میں 15 نمازی شہید ہوئے۔ اور بعد میں یہ کہا گیا کہ یہ علی مدد جنگ صاحب کے دشمن تھے۔ یہ بالکل غلط ہے یہ دہشتگردی تھی۔ آج تک میرے خیال میں اس موجودہ حکومت، کابینہ تو بنی نہیں ہے۔ اور 500 کے قریب افراد شہید ہو چکے ہیں۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ 28 ایجنسیاں یہاں کام کر رہی ہیں۔ اور FC وفاقی حکومت سے بھی تنخواہ لیتی ہے اور صوبائی حکومت سے بھی اُسکے باوجود جب چیک پوسٹ پر کوئی شریف آدمی آتا ہے تو اُس سے چاقو بھی

لیا جاتا ہے اور اُن سے لائنس والا اسلحہ بھی لے لیتے ہیں اور اُنکو بٹھا دیتے ہیں۔ کہ آپکو کس نے اجازت دی ہے؟ یہ میں نے خود دیکھا ہے۔ لیکن دوسری طرف سے بارود سے بھرے ٹرک، راکٹ لانچر، بسکیل کوئٹہ شہر کے اندر آ جاتے ہیں۔ تو ہم کیا کہیں؟ یہ ناکامی حکومت کی ہے۔ یہ ذمہ داری کس نے قبول کرنی ہے؟ میں نے پہلے بھی یہاں floor پر کہا تھا کہ ٹارگٹ گلنگ، اغوا برائے تاوان اور مسخ شدہ لاشیں یہ روزانہ کی معمول ہے۔ اور ہم نے پہلے بھی تجویز دی تھی چیف منسٹر صاحب کو کہ خُدا را! لوگ جارہے ہیں، نقل مکانی پر مجبور ہیں۔ کوئی اسلام آباد جارہا ہے، کوئی لاہور جارہا ہے، کوئی کاروبار بند کر کے ملائیشیا جارہا ہے۔ یہاں کون رہیگا۔ جب امن نہیں ہوگا، پہلے میں نے تجویز دی تھی کہ سیاسی پارٹیوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے۔ اور اسکے بعد جو سپریم کورٹ نے احکامات دیئے ہیں۔ اُن پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔ اسکے علاوہ وفاقی حکومت، فوجی قیادت اور صوبائی قیادت پر مشتمل یہ تینوں بیٹھ کے اسکا حل سوچیں۔ کہ آخر ہم نے کیا کرنا ہے؟ اُنکے زمنوں پر مرہم رکھیں۔ جو لوگ لاپتا ہیں انکے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ اُنکو مذاکرات کے دائرے میں لاکر اُن سے مذاکرات کریں۔ فوجی آپریشن سے یا قتل کرنے سے معاملات ٹھیک نہیں ہو سکتے۔ آپکو ایک میز پر اُنکو لانا ہوگا۔ آپکو انکی بات سننی ہوگی۔ آپ کو بلوچستان میں امن و امان کا مسئلہ حل کرنا ہوگا۔ یہ ہمارے چیف منسٹر صاحب اور ہماری صوبائی حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے۔ ابھی آپ پشتون بیلٹ کولیں۔ ہمارے پشتون بیلٹ میں کبھی کوئی ایک گولی بھی نہیں چلی۔ اور ابھی وہاں بھی یہ اور اغوا برائے تاوان کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ شاید میرے خیال میں امریکی مفادات کے تحفظ کیلئے یہ کارروائی کوئی تنظیم کر رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر وہاں جنگ چھڑ گئی تو پھر کوئی بھی محفوظ نہیں ہوگا۔ نہ کوئی خان ہوگا، نہ کوئی سردار ہوگا۔ نہ کوئی مولوی ہوگا۔ نہ کوئی غریب نہ کوئی سرمایہ دار پھر سارے اس پلیٹ میں آ جائینگے۔ دو تین مہینے ہو گئے ہمارے بابت لالہ صاحب کے بھائی اور اُنکے ساتھ تین چار ڈاکٹرز تھے اُنکو بھی اغوا کیا گیا ابھی ان سے کروڑوں روپے مانگ رہے ہیں۔ صرف یہ نہیں مزید بھی اغوا ہو چکے ہیں۔ میں یہ کہونگا کہ سب سے پہلے اس پر سوچنا چاہیے کہ آخر ہم نے کس طریقے سے اس مسئلے کو حل کرنا ہے؟ اور ہم اُن لوگوں کو کس طریقے سے امن کے دائرے میں مذاکرات کی میز پر لاسکتے ہیں۔ اسکے لئے ایک کمیٹی بنانی چاہیے سیاسی جماعتوں پر مشتمل اور جو سپریم کورٹ کے احکامات ہیں اُن پر عملدرآمد کو یقینی بنانی چاہیے۔ تو پھر فوجی قیادت صوبائی اور مرکزی قیادت بھی، اُنکو بھی اس پر سوچنا ہوگا۔ کہ کس طریقے سے اسکو ہم ختم کریں۔ یہ اُس وقت شروع ہوا تھا جب نواب اکبر خان بگٹی، جو ایک دلیر اور بہادر انسان تھے۔ اور ہمارے لئے بلوچستان کیلئے ایک اثاثہ تھے، اُسکوان بزدلوں نے قتل کیا۔ اُسکے بعد یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ اُنکے قاتلوں کو، پہلے بھی میں نے کہا تھا کہ

اُنکو گرفتار کر کے سزا دی جائے لیکن اسکے لئے ابھی تک کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ تو یہ اتنی ایجنسیوں کے باوجود یہ کام کیوں ہو رہا ہے؟ میں ایک مثال دیتا ہوں ہماری جو موجودہ حکومت ہے، کسی نے ایک آدمی سے کہا تھا کہ ”یار! آپ کلمہ پڑھ لیں، کلمہ طیبہ“۔ اُس نے کہا کہ کلمے تو مجھے نہیں آتے میں اذان دے سکتا ہوں۔ تو یہ لوگ اذانیں تو دے سکتے ہیں۔ حالات اور واقعات، مطلب یہاں بلوچستان میں آگ لگی ہوئی ہے۔ لوگ یہاں سے نقل مکانی پر مجبور ہیں۔ یہاں سے لوگ جا رہے ہیں اور لوگوں کے ساتھ ظلم و زیادتیاں ہو رہی ہیں۔ وہ بالکل، یہ جو خاموش بیٹھے ہوئے ہیں ”کہ کوئی بات نہیں، ہماری حکومت چلنے دو“۔ حکومت بھی نہیں چل رہی ہے۔ ابھی تک کابینہ بھی نہیں بنی ہے اور ان سے بنے گی بھی نہیں انشاء اللہ۔ اور نہ ہی انشاء اللہ یہ حکومت کر سکیں گے۔

وَآخِرُ الدَّعْوَانَا عَنِ الْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مہربانی دمرٹ صاحب۔ محترمہ شاہدہ رؤف صاحبہ!

محترمہ شاہدہ رؤف: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - thank you جناب اسپیکر صاحب۔ مجھ سے پہلے دو سینئر پارلیمنٹیرینز نے اس پر بولا ہے، میں چاہو گی کہ وہ چیزیں repeat نہ کروں۔ کچھ چیزیں اور کچھ suggestions ہیں، جو میں دینا چاہو گی۔ اگر آجکل ہم دیکھیں تو صوبے کی انتظامی صورتحال اتنی گمبھیر ہو چکی ہے کہ وہ اس چیز کا تقاضا کر رہی ہے کہ ہم سب کو مل کے، بیٹھ کے، سر جوڑ کے combined efforts کرنی ہیں۔ یہاں اس معزز ایوان کی جو ذمہ داری بنتی ہے، یہاں کے جتنے ممبران ہیں وہ elect ہو کے آئے ہوئے ہیں۔ تمام صوبے کے لوگوں کی نظریں انکی طرف ہیں کہ بگڑتے ہوئے حالات کو یہ کیسے سنبھالیں گے۔ چاہے یہاں کی مقامی آبادی ہے یا غیر مقامی آبادی، آپ کسی کو بھی دیکھیں، آجکل کوئی بھی محفوظ نہیں ہے۔ دو گھنٹے بحث رکھ لینا شاید یہ starting تو ہو سکتی ہے لیکن اسکے بعد جتنی تجاویز آئیگی اسکے بعد کوئی پالیسی مرتب کی جائے۔ اور اُسکو implement کروانا، سب سے بڑا step جو ہوگا، وہ اس گورنمنٹ کے لئے hallenging step ہوگا، وہ یہی ہوگا کہ اسکو وہ implement کیسے کروائیں گے؟۔ اسمیں میں کچھ چیزیں آپکو بتانا چاہو گی کہ اگر آپ اسمیں تھوڑا سا یہ دیکھیں کہ سلامتی سے متعلق جو ادارے ہیں وہ صوبائی بھی ہیں اور وفاقی بھی۔ صوبائی اداروں میں بلوچستان پولیس اور بلوچستان کانسٹیبلری۔ اور وفاقی اداروں میں FC اس کے علاوہ A.T.F بھی یہاں پر کام کر رہی ہے اور R.R.G بھی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ان تمام اداروں کے ہوتے ہوئے حالات مزید بگڑتے کیوں جا رہے ہیں؟ ایف سی سے پوچھیں تو وہ ایک وفاقی ادارہ ہے وہ صوبائی حکومت کو جو ابده ہے نہ اس معزز ایوان کو۔ جس کی وجہ سے اس کی کارکردگی پر ہمیشہ سوالیہ نشان لگتا ہے۔

اگر آپ صوبائی حکومت سے بات کریں تو صوبائی حکومت کہے گی کہ ایف سی وفاقی ادارہ ہے، ہمارے under آتا ہی نہیں ہے۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو یہ سلامتی ادارہ ہے، وزارت داخلہ کے under آتا ہے۔ اور یہ نہ صرف صوبائی حکومت کو جوابدہ ہے بلکہ اس معزز ایوان کو بھی جوابدہ ہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے اس موجودہ حکومت کی جو لاپرواہی کہو گی کہ کسی بھی incident کے ہو جانے کے بعد، وفاقی وزیر داخلہ کا بڑی اُجلت میں کوئٹہ آنا۔ جیسے ابھی recently پولیس لائن میں جو واقعہ ہوا۔ موصوف آئے بیان دیا اور بنا کسی سے مشاورت اور confidence میں لیے بغیر اُجلت میں وہ واپس چلے گئے۔ انہوں نے کیا کہا کہ ”ہم پولیس کو ایک ماہ میں trained کر دینگے“۔ مجھے بتائیں کہ یہ مضحکہ خیز بیان نہیں ہے؟ ایک مہینے میں آپ پولیس کو trained کر سکتے ہیں؟ ایک مہینہ انکی اس بات کو کہیں ہوئے گزر چکا ہے۔ کیا پولیس trained ہو چکی ہے؟ دوسری بات۔ انہوں نے کہا کہ ہم پولیس کو modern equipment فراہم کریں گے۔ مجھے نہیں لگتا کہ اسکے اوپر کچھ بھی عملدرآمد ہوا ہوگا۔ اگر میں ان اداروں کی بات کروں جو کہ صوبے میں امن وامان برقرار رکھنے کیلئے سرکردہ ہیں۔ اُنکے اہلکار انکے آفیسرز بھی اپنی جانوں کا نذرانہ دے رہے ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اتنی قربانیوں کے باوجود بھی جو ہم result چاہ رہے ہیں، وہ آ کیوں نہیں رہے ہیں اسکی کیا وجہ ہے؟ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہر ادارہ اپنی اپنی ڈگر پر کام کر رہا ہے۔ سب کو یہ ہے ”کہ میری حکومت ہے“۔ میں نے آج تک نہیں دیکھا کہ ان اداروں کے درمیان کوئی coordination ہو، کوئی intelligence sharing کا system ہو۔ میری suggestion یہ ہوگی CM صاحب کو کہ سب سے پہلے یہ صرف ایک حکومتی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ اس ایوان کا مسئلہ ہے۔ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے تمام معزز ممبران کا مسئلہ ہے جو اپنے علاقوں سے elect ہو کے آئے ہوئے ہیں۔ ہم سب کو سر جوڑ کے بیٹھنا ہے اور combined efforts کرنی ہیں۔ لیڈر آف اپوزیشن ہو، قائد ایوان۔ تمام پارلیمانی leaders بیٹھے اور اسکے لئے کوئی پالیسی مرتب کریں۔ جس کیلئے ہم نے یہ دودن بحث کیلئے مختص کیے ہیں۔ تو ایک suggestion میری یہ ہوگی کہ صوبائی ادارے ہوں یا وفاقی ادارے۔ ہماری ایف سی ہو، پولیس ہو، جو بھی ہوا نکلے لئے ایک مشترکہ ہیڈ کوارٹر کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جہاں یہ سب لوگ ایک جگہ پر بیٹھے اور اپنی intelligence sharing بھی وہی پر کریں۔ اسکا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ یہ جو communication gape ہے۔ اس سے ہم لوگ side پر ہو جائیں گے۔ دوسری طرف یہ ہے کہ intelligence sharing کیلئے آپکو ایک frequency code کرنا پڑیگا۔ آئیں یہ ہوگا کہ ایک وقت میں تمام محکموں کو ایک intelligence

جو ہے forward ہوگی۔ قائد ایوان بھی اس چیز سے باخبر رہ سکیں گے۔ اور implementation آسان ہوگی۔ یہ جو ہمارے محکموں کے درمیان ہمیشہ مراسلہ بازی خط و کتابت ہوتی ہے۔ خدارا! اس دکیا نویسی چیز کو ختم کر دو۔ یہ تو اُس زمانے کی بات ہے، آپ اکیسویں صدی میں رہ رہے ہیں کچھ تو اپنے محکموں کو forward کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ intelligence sharing سے متعلق network کے قیام کا بھی جائزہ لیا جائے۔ FC جو کہ ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے کہ فیڈرل کے under آتی ہے اُسکو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ صوبائی حکومت اور اس ایوان کے سامنے جوابدہ ہو۔ CM صاحب اگر کچھ کہیں، تو وہ یہ نہیں کہیں کہ ہمیں وفاق جو order دیگا ہم وہی کریں گے۔ یہاں کے بیٹھے ہوئے لوگ، یہاں کے نمائندے جو اس صوبے کی صورتحال کو سمجھتے ہیں، وفاق میں بیٹھا ہوا بندہ اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ FC کو پابند بنانا ہے کہ وہ اس معزز ایوان کے سامنے جوابدہ ہو۔ دوسری ایک اور چیز جس کی طرف توجہ کروانا چاہو گی۔ petrolling جو کہ ایک بہت ضروری چیز ہے۔ پیٹرول اور ڈیزل کی فراہمی نہ ہونے کی وجہ سے petrolling نہیں ہو سکتی۔ تو law and order کو کنٹرول کرنے کیلئے آپکو مستقل petrolling کی ضرورت ہے۔ اور اُسکے لئے ان اداروں کو پیٹرول اور ڈیزل بھی فوری فراہم کرنا ہونگے۔ ایک اور چیز، کہ ان کی تنخواہیں انتہائی قلیل ہوتی ہیں، ان departments میں کام کرنے والے لوگوں کی۔ ہم دیکھیں سارا سارا دن ان سے کام لیتے ہیں انتہائی قلیل تنخواہ میں آپ کسی سے بھی کوئی اچھا expect نہیں کر سکتے ہیں۔ ایک اہم نقطہ کہ ہماری B.C employees جو ہوتے ہیں آپ majority دیکھیں interior Balochistan میں بھی جا کے دیکھیں، تو یہ لوگ کیا کرتے ہیں کہ اپنی آدمی تنخواہیں as a رشوت دیتے ہیں۔ اور اپنی حاضریوں سے جائے تعیناتی سے غیر حاضر ہوتے ہیں۔ اس چیز پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اور اسکو فوری طور پر قابو کرنے کی ضرورت ہے کہ جو بندہ جس جگہ تعینات ہے وہاں اپنی ڈیوٹی دے۔ اداروں کا عوام کے ساتھ، صوبے کے عوام کے ساتھ اداروں کے اہلکاروں کا جو رویہ ہے وہ انتہائی نامناسب ہے۔ ان اداروں کے اہلکاروں کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ لوگوں کے ساتھ دوستانہ رویہ رکھا جائے۔ تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ وہ آپکی فلاح و بہبود کیلئے کام کر رہے ہیں F.C کا رویہ دیکھیں ہمیں کینٹ جانے کے لئے کتنی ذلت برداشت کرنی پڑتی ہے اسکو آپ کے سامنے رکھیں۔ اسمیں ایک دو چیز اور ہیں کہ ہم نے اس چیز کو کیسے قابو کرنا ہے ہم نے اپنی آگے آنے والی نسل کو engage کیسے کرنا ہے۔ ایجوکیشن ایک اہم factor ہوگی۔ ہم اپنے students اور اپنے بچوں کو جب ایجوکیشن کی طرف لے آئیے تو وہ جو extra activities ہیں ان سے ہٹ جائیں گے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ

حالات تو بگڑتے جا رہے ہیں۔ ایجوکیشن پر اسکا فرق آ رہا ہے۔ بچے پڑھ نہیں پارہے ہیں۔ سکالرشپ دینے کی ضرورت ہے۔ دوسرے صوبوں میں quota system increase کرنے کی ضرورت ہے۔ اسکے علاوہ ایک اور چیز جس پر پچھلی حکومت میں کام شروع ہوا، وہ تھا آغاز حقوق بلوچستان۔ نعرہ تو بہت بڑا لگایا حکومت نے۔ لیکن اُسکے جو ثمرات trickle down نہیں ہوئے، لوگوں تک پہنچے ہی نہیں۔ اسلئے وہ چیز وہیں پر رُک گئی۔ ایک ٹرین کا نام ”بگٹی ٹرین“ رکھ دینے سے مسائل حل نہیں ہوا کرتے۔ پولیس کی کارکردگی، جس کے اوپر اتنا بڑا سوال آیا اسلام آباد کے واقعہ کے بعد internationally جگ ہنسائی ہوئی۔ آپ اُس پولیس کو ایک مہینے میں trained کرینگے؟ مجھے حیرت ہے اپنے وفاقی وزیر داخلہ کے اس بیان سے۔

long term policy اور short term policy بنائی جائیں۔ اور ان چیزوں کو implement کریں۔ صرف دو گھنٹے بحث کر لینا policy مرتب کر لینا اور اسکے فائدے یا اسکی implementation نہ کروا سکتا یقیناً یہ ایک ناکامی ہوگی۔ آپ کا بہت شکریہ آپ نے مجھے time دیا۔ Thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی قائد ایوان صاحب۔

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ (قائد ایوان): جناب اسپیکر! میں ایک چیز explain کروں مولانا صاحب کو، اسلئے کہ عموماً open اُسکو کرنا چاہیے تھا، قاعدے کے مطابق - conclude مجھے کرنا ہے۔ اصولاً تو یہی ہے کہ law and order یا جو بھی major issue ہوگا۔ اپوزیشن لیڈر اُسکو open کر لیں، تو میرے خیال میں بہتر ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی صحیح ہے مہربانی۔ جی مولانا صاحب۔

مولانا عبد الواسع (قائد حزب اختلاف): بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب اسپیکر صاحب! مجھے ایک ضروری کام درپیش ہوا اور میں نے ابھی ایمر جنسی میں ٹکٹ کر لیا ہے مجھے اسلام آباد جانا ہے ورنہ آپ کی بات یقیناً صحیح ہے۔ معزز اراکین اسمبلی! قائد ایوان! اور تمام حکومتی پنجڑ کے دوست! اور اپوزیشن کے دوست!۔ جناب اسپیکر! law and order پر اس معزز ایوان میں بحث ہو رہی ہے یقیناً اگر اس پر سنجیدگی سے بحث ہو جائے اور تمام معزز اراکین جو انکے دل میں ہے، یہاں عوام کے نمائندے کی حیثیت سے جب آئے ہیں، تو عوام کی ترجمانی کر کے اور یہ حالات اس House میں بیان کر کے اور پھر اسکے لیے مثبت تجاویز پیش کر لیں۔ اور ان پر حکومت وقت implementation کی کوشش کر لے۔ تو جناب اسپیکر! مجھے یقین ہے کہ جو اراکین کی بحث ہے یہ بلوچستان کے عوام کے لیے مفید ثابت ہوگی اور بلوچستان میں خون ریزی یا جو آگ ادھر لگی ہوئی ہے

اگر انہوں نے ایک اچھے طریقے سے، مثبت طریقے سے اور سنجیدگی سے اس مسئلے کے حل کے لیے کوشش کی۔ تو اس آگ پر پانی ڈال سکتے ہیں۔ جناب اسپیکر! اگر اس House میں اس معاملے پر اپوزیشن اس قسم کے بیانات دے دیں کہ وہ خالصتاً تنقید برائے تنقید اور حکومت کو تمام معاملات کے ذمہ دار ٹھہرانے کی کوشش کر کے، زمینی حالات سے ہٹ کر عوام کے زخموں پر مرہم رکھنے سے ہٹ کر کوئی اس قسم کے بیانات دے کر تا کہ اخبارات کی شہ سرخی بن جائے۔ اور کل کو کوئی کہیں کہ انہوں نے اچھی حکومت کے بارے میں کہا اور یہ کر دیا اسکے بعد اسکے نتیجے پر عمل نہ ہو۔ تو جناب اسپیکر! بلوچستان کے عوامی نمائندے کے کردار یا انکے role انہوں نے play نہیں کیا اخبارات کی شہ سرخی تو بن سکتے ہیں جناب اسپیکر! اسی طرح حکومت، حکومت کے دوست اگر اپنے آپ کو بری الذمہ سمجھنے کے لیے یا اپنی جان چھڑانے کے لیے اس قسم کے بیانات دے دیں، اور House کو مطمئن کر لیں کہ زمینی حقائق یا ان حالات سے انکا کوئی واسطہ نہ ہے۔ لیکن صرف House کو دھوکہ دینے کے لیے یا عوام کو دھوکہ دینے کے لیے یا اپنے آپ کو صاف و شفاف اور ایک اچھی حکمرانی پیش کرنے کے لیے، وہ اس قسم کی بات کر لیں۔ لیکن جناب اسپیکر! ہو سکتا ہے پانچ منٹ کے لیے عوام کو کوئی دھوکہ دے سکتا ہے، House کو کوئی دھوکہ دے سکتا ہے۔ زبان کے حوالے سے کوئی بات کر سکتا ہے۔ لیکن زمینی حقائق کچھ اور ہوتے ہیں۔ جناب اسپیکر! جس سے یہ آگ اور بڑھے گی ختم نہیں ہوگی۔ قرارداد جب پیش ہوئی تو حکومت کی طرف سے نصر اللہ زیرے کی طرف سے ایک قرارداد آئی جو حکومتی بچوں پر بیٹھے ہیں اور اسی قسم کی قرارداد اپوزیشن کے بچوں کی طرف سے کہ فوری نوعیت، کیونکہ تحریک التوا فوری نوعیت کے معاملے میں پیش ہوتی ہے۔ اُس وقت ہمارے سامنے یہی فوری نوعیت کا معاملہ تھا۔ جب اسمبلی اجلاس شروع ہوا تو پولیس لائن کا واقعہ پیش ہوا یا پھر مسجد پر جو حملہ ہوا ہے۔ یا جو مسافر پنجاب جا رہے تھے ان کو لائن میں کھڑے کر کے گولیاں ماری گئیں۔ تو تحریک التوا کے حوالے سے، لیکن مجموعی طور پر قائد ایوان نے بھی اور تمام House نے ان تحریک التوا کو جو اپوزیشن بچوں کی طرف سے یا حکومتی بچوں کی طرف سے آئی تھیں law and order کے حوالے سے، امن و امان پر بحث کا دن تبدیل کر کے اور یہ دن مقرر کر کے، پہلا دن قائد ایوان نہیں تھے۔ تو آج کے دن کیلئے یہ مقرر ہو گیا۔ تو اسی وجہ سے آج کے دن اس پر بحث، بنیادی طور پر یہ مسئلہ ہے۔ لیکن ہماری جو یہاں صورتحال ہے۔ اوّل سے لیکر آخر تک، یا اس اسمبلی، اس حکومت کے بننے کے بعد جو واقعات پیش ہوئے تھے، وہ سارے مد نظر رکھ کر اور اسکے بعد انکے سدباب کے لیے حکومت نے کیا اقدامات کیے ہیں اور کن کن اقدامات کی اب ضرورت ہے۔ جناب اسپیکر! میں لمبی بحث میں نہیں جانا چاہتا۔ کیونکہ شاید وقت بھی کم ہے۔ اور دوسرے دوست بھی اس

پر بولنا چاہتے ہیں۔ مجموعی طور پر جناب اسپیکر! اس حکومت کے بننے کے بعد جو واقعات پیش ہوئے تھے۔ میرے دوست گل محمد دمڑ صاحب نے جو تعداد بتائی ہے، پانچ سو۔ شاید انہوں نے ریکارڈ میں جو نہیں آیا، وہ سارے انہوں نے پیش کیے۔ تو ادھر مجموعی طور پر جو اخبارات میں ہے، جو ریکارڈ میں ہے۔ 375 لوگ اب تک قتل ہو چکے ہیں۔ دھماکوں اور ٹارگٹ کلنگ میں۔ یا مختلف حالات میں جو ہوئے ہیں۔ تو جناب اسپیکر! مسخ شدہ لاشوں کی تعداد 43 ہے۔ 32 ہمارے ہوئے ہیں۔ 43 اغوا شدہ گان ہیں اور زنجیوں کی تعداد 298 ہے۔ جناب اسپیکر! یہ figures ہم نے اخبارات سے جمع کیے ہیں۔ جو ریکارڈ پر آئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ اس قسم کے اور بھی ہوں جس کا پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو پتا نہ ہو۔ ہمارے صوبے کے ڈورڈ راز علاقے ہیں۔ لیکن جناب اسپیکر! جو بھی صورت حال ہمارے سامنے ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ڈاکٹر مالک صاحب انکار کر سکتے ہیں نہ میں۔ کہ حالات ٹھیک ہیں صحیح طور پر جا رہے ہیں۔ لیکن ہماری بد قسمتی یہ ہے جناب اسپیکر! کہ ہم صورتحال کو اس طرح لے لیتے ہیں۔ اگر ہم اس طرف لے جائیں کہ گزشتہ حکومت اور موجودہ حکومت کے تناسب سے انکا موازنہ پھر یہ مسئلہ حل ہو جاتے ہیں۔ تو جناب اسپیکر! پھر ٹھیک ہے اسی طرح بات کرنی ہے۔ لیکن اگر سو دفعہ موجودہ حکومت اور گزشتہ حکومت کی باتیں ہم کریں۔ لیکن ذمہ داری تو کسی کی بنتی ہے۔ پہلی حکومت، پہلے دن جو ذمہ دار تھے، انہوں نے جو کچھ کرنا تھا وہ آپکے سامنے ہے۔ اچھے ہوں یا بُرے۔ وہ ساری صورتحال آپکے سامنے ہے۔ لیکن آج اس مسئلے کے حل کے لیے۔ تو یہ بالکل نا کافی ہے کہ کوئی یہ جواب دے دے House کو کہ گزشتہ حکومت نے یہ کر دیا اب میں یہ ضرور کرونگا۔ ہماری حکومت میں بھی۔ لیکن یہ جواز نہیں بنتا ہے جناب اسپیکر! لہذا میں سمجھتا ہوں کہ اس حکومت کے آنے سے۔ جو ہمارے نیشنل پارٹی کے دوست اور بچتو خوجا کے دوست اور ہمارے دوسرے جو ابھی حکومت میں ہیں ہماری حکومت گورنر راج۔ اُس حکومت کا میں حصہ تھا۔ اور اُس حکومت کے اچھے بُرے تمام، میں یہ نہیں کہتا کہ جو بُرے تھے انکا ذمہ دار اسلم رئیسانی ہیں۔ جو اچھے تھے وہ میں نے اقدامات کیے، اس حکومت میں ہم نے کافی حد تک کامیابیاں حاصل کر لی تھیں۔ لیکن law and order کے حوالے سے اُسکی کارکردگی بھی بہتر نہیں تھی۔ جبکہ سپریم کورٹ بھی بار بار کہہ رہا تھا کہ اس بارے میں اس حکومت کی کارکردگی ٹھیک نہیں ہے۔ جناب اسپیکر! جب سپریم کورٹ نے کہہ دیا، ہم بھی تسلیم کرتے تھے۔ اور عوام بھی کہتے تھے۔ اور یہ دوست بھی ہم پر تنقید کرتے تھے۔ میں اُس حکومت کا حصہ تھا۔ لیکن law and order کے حوالے سے میں بھی اُسکی کارکردگی سے مطمئن نہیں تھا۔ لیکن آج وہی چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان، وہی عدالت اس بات پر مجبور ہے کہ پہلی حکومت کی بہتری کی بات کرتی ہے۔

اور آج کی حکومت، نا اہل مطلب نا کام حکومت، کہ یہ تو بالکل کوئی کام کی نہیں ہے۔ تو جناب اسپیکر! کتنی بڑی بات ہے کہ ہم خود بھی اعتراف کرتے تھے اور ہمارے دوست الزام بھی لگاتے تھے۔ اور عدالت بھی۔ حالانکہ جناب اسپیکر! ڈاکٹر صاحب نے statement دیا تھا۔ میں اس وجہ سے یاد دلا رہا ہوں law and order کے حوالے سے امن و امان کی کارکردگی کے حوالے سے کہ ”ہماری حکومت کے آنے کے بعد ایک ٹارگٹ کلنگ بھی نہیں ہوگی“۔ اگر یہ statement میری نظر سے صحیح گزرا تھا۔ یہ ڈاکٹر عبدالملک صاحب کا statement تھا۔ کہ ”کہ اسکے بعد کوئی مسخ شدہ لاش نہیں ملے گی۔ اسکے بعد کوئی دھماکہ نہیں ہوگا“۔ تو جناب اسپیکر! اچھی بات ہے کہ لوگوں کا تحفظ ہو۔ آج لوگ اس بات کے انتظار میں ہیں کہ کوئی بھی آجائے خدا را! جو بھی ہومیرے سر کے دشمن ہوں۔ لیکن لوگوں کو تحفظ دے دیں، امن قائم ہو جائے۔ میں بھی آرام سے زندگی گزار لوں ڈاکٹر صاحب بھی گزار لیں اور زیارتوال صاحب بھی گزار لیں۔ لیکن جناب اسپیکر! یہ بات تو انہوں نے کی۔ لیکن اُس وقت بھی ہم نے دوستوں سے کہا۔ کہ بات آپ کی بجائے۔ فوری طور پر ہم ایک سیاسی، یہ تو کر سکتے ہیں۔ کسی کو condemn کر سکتے ہیں۔ کسی پر الزام لگا سکتے ہیں۔ لیکن معاملہ اتنا سادہ اور آسان نہیں ہے۔ یہ میرے بس کی بات ہے نہ ڈاکٹر صاحب کے۔ نہ زیارتوال صاحب کے۔ لیکن ہاں اُس وقت تک ہمارے سب کے بس کی بات بنتی ہے۔ اگر ہم نے حقائق کو مد نظر رکھ کر اور ہر چیز سے بالاتر ہو کر۔ کہ ہم نے بلوچستان میں ہر صورت میں امن و امان قائم کرنا ہے۔ چاہے میری حکومت ختم ہو جائے، چاہے میرے مفادات ختم ہو جائیں۔ لیکن ہم حقائق کی بنیاد پر ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوط کر کے، اپوزیشن میں ہوں یا حکومت میں۔ ہم ادھر لوگوں کو کم از کم امن دینگے۔ اور کچھ نہ کر سکیں لیکن امن دے دیں اور آج لوگ ہم سے امن چاہتے ہیں۔ اس House پر لوگوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ اب لوگوں کی یہ باتیں تو گزر گئیں کہ ہمیں اسکیمیں دی جائیں ہمیں فنڈ زدئیے جائیں۔ ہمیں فلاں سہولت دی جائے۔ بلکہ اب، تمام لوگوں میں جا کے ہر میٹنگ میں ہر معاشرے میں ہر طبقے میں آپ بحث کر لیں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ امن، امن۔ صرف امن کی بات کرتے ہیں۔ تو جناب اسپیکر! اس حوالے سے یہ معاملہ 9/11 سے ہمارے ملک میں شروع ہو گیا۔ جب 9/11 کے حالات ہمارے ملک پر آئے۔ اور ہمارے ملک کے حکمرانوں نے یہ بات تسلیم کر کے اور امریکہ بہادر کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اور اسکے بعد ہمارے ملک میں یہ حالات پیدا ہو گئے جناب اسپیکر! اور یہ حالات اُس وقت بھی ہماری قیادت نے، ہم نے، ہماری جماعت نے، اور سیاسی جماعتوں نے، تمام باتیں انکے سامنے رکھ دیں۔ کہ اگر ان حالات میں آپ compromise کریں گے۔ اور اب تم لوگ اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے یہاں

امریکہ کو آنے کی اجازت دینگے۔ تو جناب اسپیکر! اُس وقت ہم نے نشاندہی کی۔ کہ آج تو ہم لوگ کہتے ہیں کہ مٹلا عمر کی حکومت ختم ہو جائیگی۔ مولوی کی حکومت ختم ہو جائیگی۔ انتہا پسندی ختم ہو جائیگی۔ لیکن یہ ختم نہیں ہوگی۔ جناب اسپیکر! اُس وقت بھی ہم نے اس بات کی نشاندہی کی تھی اور ریکارڈ پر ہے۔ کہ یہ آگ ہمارے گھر تک آئے گی۔ لیکن کچھ دوست امریکہ کے لیے خوشحالی کر رہے تھے۔ امریکہ کو خوش آمدید کہتے تھے۔ کہ ”اچھا ہوا مریکہ آجائے تاکہ انتہا پسندی کی حکومت اور مولوی کی حکومت ختم ہو جائے“۔ اب امریکہ کے آنے کے بعد یہاں جو صورتحال بن گئی، مجھے بتائیں جناب اسپیکر! کہ امریکی اور نیٹو والے افغانستان میں ہیں۔ وہاں انکے اور طالبان کے درمیان جنگ ہے۔ لیکن وہاں بھی لوگ امن کے ساتھ قندھار اور کابل تک جا سکتے ہیں۔ لیکن جناب اسپیکر! جو سب سے پہلے ہم پاکستان کا نعرہ لگانے والے تھے۔ اور ہم دنیا کو یہی تاثر دیتے تھے کہ اگر ہم امریکہ کا ساتھ نہیں دیا تو پھر ہم اپنے ملک میں امن قائم نہیں کر سکتے۔ پھر ہمارے کشمیر کا مسئلہ ہے پھر فلاں کا مسئلہ ہے۔ آج ہمارے ملک کی حالت کو دیکھا جائے اُس جنگ زدہ ملک کے جو کہ پوری دنیا کے فوجی وہاں موجود ہیں۔ وہاں عالمی جنگ ہو رہی ہے۔ لیکن وہاں بھی لوگ قندھار، کابل اور جلال آباد تک امن سے سفر کر سکتے ہیں۔ لیکن آج اس پاکستان میں آپ کراچی تک نہیں جا سکتے۔ خضدار سے گزرتے ہوئے لوگ کلمہ پڑھتے ہیں کہ خیریت سے گزر جائیں۔ تو آپ وہاں نہیں جا سکتے۔ ابھی جہازوں پر جا کے دیکھیں اتنا ریش ہوتا ہے۔ کسی کے پاس ٹکٹ کا پیسہ نہ ہو اور اسے کوئی کام درپیش ہو تو وہ بھی جناب اسپیکر! چار پانچ دن انتظار کر کے جہاز میں کراچی جائیں گے۔ اور اسی طرح اسلام آباد۔ کیونکہ بابت صاحب کے بھائی اور ڈاکٹروں کو جب انگو کیا گیا۔ ہمارے راستے پہلے تو محفوظ تھے۔ جب بابت صاحب کی حکومت آئی۔ تو یہ راستے بھی ہمارے اوپر بند ہو گئے۔ اور اب لوگ اسلام آباد بانی روڈ جا سکتے ہیں نہ کراچی۔ ادھر اگر ہمارے لیے زندگی کچھ آرام سے گزرتی تو دوسرے صوبوں کا سفر چھوڑ دیتے تھے۔ اب ادھر تو انگو ابرائے تاوان، ٹارگٹ کلنگ اور دھماکے ہیں۔ تو جناب اسپیکر! جیسے جعفر مندوخیل صاحب اور دوسرے دوستوں نے کہا کہ لوگ نقل مکانی پر مجبور ہو گئے ہیں۔ جناب اسپیکر! یہ پچارے نقل مکانی بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جب نقل مکانی کرتے ہیں تو کسی روڈ پر نکلتے ہیں تو انگو ابرائے لیتے ہیں۔ تو جناب اسپیکر! حالات اس طرح ہیں اور ان حالات میں میں اب حکومت سے پوچھتا ہوں وہ خود کہتے کہ ہمیں ورثہ میں یہ حالات ملے ہیں۔ اب اُس ورثہ کے بارے میں سب سے پہلا مسئلہ یہ نہیں تھا کہ law and order امن و امان کے بارے میں اس پر policy بنا کر کے۔ کوئی policy اب تک تین مہینے کے اندر کچھ ہو۔ پہلے مہینے میں۔ پہلے دن حلف اٹھانے کے بعد، تو ایک اس طرح

policy بنانی چاہئے تھی جناب اسپیکر! اور House کے سامنے پیش کرنا چاہیے تھی اور اس کو اعتماد میں لینا چاہیے تھا اور عوام کیلئے پہلے نمبر پر اس مسئلے پر کہ ہم نے یہ policy بنائی ہے اور اب ہم لوگوں کو اس طرح امن دے سکتے ہیں جبکہ نواب اسلم رئیسانی نہ دے سکے۔ ہم اس طرح دے سکتے ہیں۔ لیکن یہ سب سے پہلے نمبر کا نہیں تھا مسئلہ جناب اسپیکر! لیکن اب تک اس مسئلے کے حل کیلئے اخبارات میں بیانات نہیں آتے ایک حکمران کی حیثیت سے۔ ایک چیف منسٹر کی حیثیت سے۔ تو سب سے پہلے تمام اداروں کے جتنے بھی انٹیلی جنس ادارے ہیں۔ جتنی بھی law and enforcement agencies ادارے ہیں۔ تو ان سے معلومات حاصل کرنی چاہیے تھیں جناب اسپیکر! تو آپ ہمیں بتادیں کہ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ اتنے اربوں روپے جب خرچ ہوتے ہیں۔ تو یہ آپ کیا کر رہے ہیں یا آپ کے قابو میں نہیں آرہے ہیں۔ آپکی کیا کمزوریاں ہیں؟ کہ جو سطر چاہے، جہاں چاہے حملہ کر سکتے ہیں۔ جب پولیس لائن بھی محفوظ نہیں ہو سکتی۔ جبکہ پولیس سے ہم پورے بلوچستان کو محفوظ کرنے کیلئے تگ و دو کرتے ہیں۔ لیکن جب یہ چاہے تو پولیس لائن میں بھی دھا کہ کر سکتے ہیں۔ جب یہ چاہے تو چیف منسٹر ہاؤس تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔ یہ جہاں چاہے وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ اگر وہ چاہے لیکن اللہ کو منظور نہ ہو تو الگ بات ہے۔ تو جناب اسپیکر! اس کے معلوم کرنے کیلئے intelligence ادارے ہیں جب یہ اربوں روپے تنخواہ لیتے ہیں۔ اور اسی امن و امان کے لئے کوئی اور اُن کا کام نہیں ہے۔ تو جناب اسپیکر! سب سے پہلے یہی ہونا چاہیے تھا۔ جبکہ مجھے نہیں لگتا ہے۔ میں نے اخبارات اور میڈیا پر نہیں دیکھا ہے۔ اگر چھپ کر کسی کمرے میں کوئی میٹنگ ہوئی ہے۔ وہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ لیکن پالیسی کے حوالے سے مجھے کچھ بھی یاد نہیں پڑتا۔ لیکن جناب اسپیکر! پھر یہ ہونا چاہیے تھا۔ کہ اسکے بعد جب حکومت تمام معلومات حاصل کر کے پھر House کے سامنے۔ پھر یہ تمام ہاؤس، یہ تمام جو لوگ ہیں۔ انکی میٹنگ کرا کے اور کبھی کبھار in camera session جیسے پچھلی پارلیمنٹ میں تھا۔ اسی طرح اب بھی ہوتا کہ عوامی نمائندے اپنے جذبات سے اُنکو آگاہ کرتے اپنے احساسات سے اُنکو آگاہ کرتے۔ اور وہ اپنی تمام کارکردگی پیش کرتے۔ اپنی کمزوریاں، اپنی مجبوریاں اور حکومت سے اور نمائندوں سے کوئی تعاون اور مدد۔ پھر اسکے بعد ایک پالیسی کا اعلان ہو جاتا جناب اسپیکر! پھر اس پر implementation کے کئے کمر بستہ ہو جاتے۔ لیکن سب سے پہلے نمبر پر اس مسئلے کو ہم نے حل کرنا ہوتا۔ تو جناب اسپیکر! شاید 375 یہ فکر ہمارے سامنے اموات کے نہیں ہوتے۔ چلو 75 ہوتے۔ کیونکہ یکدم وہ بند نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ آج تین مہینے میں، ہر مہینے میں ایک سو دس کا فکر ہمارے سامنے نہ ہوتا جناب اسپیکر! لہذا یہ بہت گہمیر مسئلہ ہے۔ اور اس مسئلے کیلئے اب تک حکومت نے کوئی اقدامات نہیں کیئے ہیں۔ سو دفعہ وہ کہیں کہ ہم

ذمہ دار حکومت ہے، ذمہ دار لوگ ہیں۔ ذمہ دار کہیں یا نہ کہیں لیکن حالات بتاتے ہیں۔ عوام بتاتے ہیں۔ روڈوں پر یہ بحث ہوتی ہے۔ لیکن اگر ایک بیان چیف منسٹر دے دیں کہ یار میں اس لیے اچھا ہوں کہ اسلم رییسائی کی حکومت میں جب لوگ قتل ہوتے تھے تو وہ اسلام آباد میں تھے۔ میں تو اسی وقت حاضر ہوتا ہوں۔ لیکن اگر آپ کسی سے یہ کہیں کہ جب آپ ذبح ہوتے ہیں تو میں وہاں تکبیر اللہ اکبر پڑھتا ہوں۔ تو اس سے اُسکی تسلی تو نہیں ہوتی جناب اسپیکر! جب وہ بیچارہ ذبح ہو گیا اور قتل ہو گیا۔ تو آپ سو دفعہ وہاں تکبیر پڑھیں۔ وہ کہتا ہے کہ میری زندگی گزر گئی۔ آپ ادھر حاضر ہو یا نہ ہو۔ تو جناب اسپیکر! اس سے مسئلہ حل نہیں ہوتے۔ یہ وہی باتیں ہیں کہ پہلے جو ہماری حکومت کے دور میں ہمیں کنڈم کرنے کیلئے اپنے کو اس سیٹ پر لانے کیلئے یہ باتیں کام آتی تھیں۔ لیکن آج یہ باتیں کام نہیں آتیں۔ آج عملی اقدامات ہونے چاہئیں۔ لہذا اس حوالے سے میری تجویز یہ ہے۔ کہ ابھی law and order کے حوالے سے اور سنجیدہ تجویز اگر اس پر حکومت عملدرآمد کر لے۔ تو اس حوالے سے میری تجویز یہ ہے کہ وزارت داخلہ جو وفاقی وزیر داخلہ ہے۔ اور وفاقی جو ادارے ہیں انٹیلی جنس کے اور ادھر جو انکے صوبائی ادارے ہیں۔ یہ سب ادھر کوٹھ میں آ کر کے اور نواز شریف صاحب سے کہہ دیں۔ اور نواز شریف صاحب کہیں گے کہ یہ میرے چیف منسٹر ہے۔ اور آج کل اُس پر زیادہ مہربان ہے۔ تو اُن سے کہہ دیں کہ آجائیں جب میں آپکا چیف منسٹر ہوں۔ بد بخت مجھے ادھر بٹھا دیا۔ اور اس میں مجھے پھنسا دیا۔ اور ابھی آپ کہتے ہیں کہ میرے چیف منسٹر۔ تو میں کیا کروں؟ یہ سب control کر لو۔ تو اُنکو بٹھائیں۔ اور سب سے پہلے اپنے جو، جن سے وہ امن وامان قائم کرنا چاہتے ہیں جن اداروں سے۔ اُن سے رپورٹ لے لیں۔ اُن سے کہہ دیں کہ صحیح۔ اور یہ لوگ ہمارے اوپر اعتماد بھی نہیں کرتے ہیں جناب اسپیکر! یہ بات بھی ہے۔ کیونکہ انکے سامنے یہ سیاستدان سارے غدار نظر آتے ہیں۔ یہ سارے ملک دشمن نظر آتے ہیں۔ صرف ملک کے وفادار وہ ہیں۔ وہ تو آپکو یہ نہیں بتاتے ہیں کہ یہ ہیں۔ فلاں فلاں کی وجہ سے یہ مسئلہ ہے۔ کیونکہ آپ تو غدار ہیں۔ غدار کی تو بات نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن یہ گھل کر سارے نمائندے اُن سے کہہ دیں کہ آج ہمیں گھل کر بتادیں کہ مسئلہ کہاں سے شروع ہے۔ کس طرح شروع ہے، کیوں شروع ہے؟ تو پھر اسکے بعد یہ جب تمام حالات سُن لیں۔ پھر اسکے بعد ایک سنجیدہ طور پر کوئی پالیسی حکومت بنا کر House کے سامنے پیش کر دے۔ House کو اعتماد میں لیا جائے۔ اسکے بعد اس پر implementation کی جائے جناب اسپیکر! اور اس پر implementation کے لیے جب اداروں کی رپورٹ لے لیں۔ پھر جو ہر ایک یہ کہتا ہے۔ یہ صرف خانہ پُری ہے۔ ڈاکٹر صاحب ہماری حکومت میں بھی ہم خانہ پُری کر رہے تھے۔ میں نے نواب صاحب سے دو

مرتبہ کہہ دیا تھا۔ بلکہ تین مرتبہ مولانا شیرانی نے اُن سے کہا تھا کہ یہ جو مذاکرات والی بات آپ لوگ کرتے ہیں۔ اب تک کسی سے رابطہ کیا ہے؟ صرف اخبارات میں بڑی سُرخ آجاتی ہے۔ اس سے لوگوں کی توقعات اتنی بڑھ جاتی ہیں کہ ہم مذاکرات کریں گے۔ فلاں سے مذاکرات کریں گے۔ لیکن اب تک وہ report بتائیں کہ آپ نے کسی سے بھی رابطہ کیا ہے۔ کوئی قبائلی جرگہ، کوئی علاقائی جرگہ بنایا ہے؟ لیکن کچھ بھی نہیں تھا جناب اسپیکر! اور ڈاکٹر صاحب کا ذور بھی اُن سے مختلف نہیں ہے۔ بیانات تو آتے ہیں کہ ہم مذاکرات کریں گے۔ لیکن مذاکرات کیلئے کوئی آثار مجھے نظر نہیں آرہے ہیں۔ ہمارا ایک قبائلی معاشرہ ہے۔ ہمارے یہاں اقوام رہتے ہیں۔ ابھی یہ جو کالعدم تنظیمیں ہیں۔ یہ تو ایک الگ مسئلہ ہے۔ اُن کے شاید رابطے کے ذرائع کچھ اور ہوں۔ یہی جو ہمارے اپنے لوگ ہیں وہ شاید ہوں۔ لیکن یہ دوسرے جو اپنے آپکو مزاحمت کار کہتے ہیں۔ جو آزادی کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم آزادی لے رہے ہیں۔ اُنکے تو وہ لوگ بھی معلوم ہیں۔ براہدغ یہاں سے نکل کر وہاں بیٹھا ہوا ہے۔ حیرت تو ہمارے اس ہاؤس کا ممبر تھا۔ وہ بھی اُدھر بیٹھا ہوا ہے۔ دوسرے جو لوگ ہیں۔ وہ تو کھل کر کہتے ہیں۔ کوئی ڈھکی چھپی بات بھی تو نہیں ہے۔ لیکن جناب اسپیکر! ان لوگوں سے، جو سامنے کہتے ہیں کہ ہم اس تحریک کی رُوح رواں ہیں۔ اور ہم یہ کام کرنا چاہتے ہیں۔ یہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو اب تک کس طرح، کس کے ذریعے سے اُن سے رابطہ کیئے۔ دوسری کالعدم تنظیموں کے بارے میں شاید کوئی کہے کہ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ وہ کدھر ہے، کون ہے۔ اُنکے سربراہ کون ہیں۔ ہم نہیں جانتے۔ ابھی تک اُنہوں نے اپنے آپکو ظاہر نہیں کیا ہے۔ صرف نام کے حوالے سے۔ یہ ہمارے بلوچستان کا جو سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ انکی وجہ سے ہے۔ نواب اکبر بگٹی کی شہادت کے بعد یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پاکستان میں نہیں رہیں گے۔ پاکستان سے اپنی آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اب ہمارے جو اس پورے area میں سفر اور وہاں تمام بلوچ علاقوں میں زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔ تو انہی تحریکوں کی وجہ سے تو جناب اسپیکر! اب تک تو مجھے ان سے رابطے کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اب تک کسی بھی ذریعہ سے۔ کسی بھی واسطہ سے اُن سے رابطہ نہیں ہوا ہے۔ تو یہ کیسے مذاکرات ہیں؟ اگر مذاکرات اخبار کے بیانات سے ہوتے ہیں تو یہ کبھی بھی نہیں ہونگے۔ ڈاکٹر صاحب کے بھی پانچ سال پورے ہو جائینگے۔ پھر اس کے بعد یہ وراثت کسی اور کو مل جائیگی۔ اور وہ بھی یہی ترانے گائیں گے۔ اگر اسی طرح لوگوں کا خون بہتا رہا۔ تو پتا نہیں کہ یہ پاکستان، یہ بلوچستان ہماری اس سرزمین کے نصیب بھی ہو جائے یا نہیں۔ تو جناب اسپیکر! اگر مذاکرات کرنے ہیں تو پھر ہاؤس کو اعتماد میں لینے کے بعد پالیسی کا اعلان کرنے کے بعد پھر کھل کر اُن سے کوئی بھی، کسی بھی قبائلی شخصیت کے حوالے سے، قوموں کے

حوالے سے۔ جسکے حوالے سے بھی ہوا ان لوگوں سے رابطہ ہو سکیں۔ کسی بھی ملک میں ہوں اُن سے رابطہ کر لیں۔ وہ تو پہلے دن آپ سے یہ نہیں کہیں گے کہ بس ٹھیک ہے۔ جب آپ آگئے۔ تو میں اپنے وعدے سے دست بردار ہو گیا۔ لیکن ہمارے جو اپنے قبائلی میٹرہ مر کے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر جس کا بیٹا قتل ہوا ہے۔ تو وہ میٹرہ والے سے پہلے دن یہ نہیں کہیں گے کہ میں اپنے بیٹے سے دست بردار ہو گیا بس آپ لوگ آگئے۔ وہ تو کہے گا کہ میں نہیں چھوڑونگا۔ اسکے لیے بار بار اُن سے رابطہ کرنا پڑیگا۔ ایک دوسرے کی عزت جب کریں گے۔ تو پھر اسکے بعد وہ اپنے بیٹے کے خون سے دست بردار بھی ہو جاتا ہے اور ان میٹرہ والوں کی عزت بھی کرتا ہے اور اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ تو جناب اسپیکر! اس طرح ہمارے بلوچستان کا یہ مسئلہ حل ہو جاتا۔ ہاں اگر جیسے کہ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میرا تمام اداروں پر کنٹرول ہے۔ مجھے نظر نہیں آرہا ہے۔ اگر اداروں پر ان کا کنٹرول ہوتا تو آج وہ ARY کے حوالے سے ہاؤس سے معافی اور معذرت مانگنے کے لئے مجبور نہ ہوتا۔ تو کیا وجہ ہے، کیوں حکومت کیلئے مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ یہ کونسی قوت ہے کہ آپ نے بلا وجہ اس طرح کے معاملے میں پھنسا دیا۔ کہ پوری دنیا میں ایک چینل آپ کے خلاف ہے۔ یہ تمام چینلوں پر آگیا۔ دُنیا کو کیا پتا ہے۔ اگر پتا ہو جائے تو وہ کہے گی کہ بھئی اب تک آپ کا اس پر کنٹرول نہیں ہے۔ یہ تو مزاحمت کاروں کا مسئلہ ہے نہ لشکر جھنگوی کا۔ یہ تو آپ کا اپنا پیدا کردہ مسئلہ ہے۔ کیوں پیدا کر رہے ہیں؟ تو اسی طرح شاید ان کا کنٹرول بھی ابھی تک مجھے نظر نہیں آرہا ہے۔ اگر کنٹرول ہوتا تو اس طرح نہ ہوتا۔ تو سب سے پہلے کنٹرول حاصل کر کے۔ اگر وہ دل سے کنٹرول حاصل کرنا چاہتے ہیں اور تمام اداروں پر حکمرانی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو سب سے پہلے میں انکے ساتھ ہوں۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) اس پارلیمنٹ اور جمہوریت کو مضبوط کرنے کیلئے۔ لیکن اگر صرف کرسی حاصل کرنے کیلئے، پہلے سے اُنکو یہ بتایا گیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب بس آپ کی یہی کرسی اور آپ کا یہ نام ہے۔ باقی معاملات ہم چلا سینگے۔ لیکن آپ اُدھر نہ آئیں۔ ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب کہیں گئے تھے کسی کے ثالث بننے کے لیے۔ جب وہ بحث کرنا چاہے تھے۔ تو کسی نے اُن سے کہا کہ بس آپ نہ بولیں۔ تو اُنہوں نے کہا کہ ایک تو آپ لوگ کہتے ہیں کہ ثالث ہے۔ اور اب کہہ رہے ہیں کہ آپ نہ بولیں۔ تو ہمارے ملک میں اس قسم کی اقتدار اکثر و بیشتر کسی کے حوالہ ہو جاتی ہے۔ کہ میں اقتدار آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ لیکن اسکو ہاتھ نہ لگانا۔ کیونکہ اُنہوں نے نام دیا ہوا ہے کہ یہ سیکرٹ معاملات ہیں۔ بس سیکرٹ تو اتنی وسیع و عریض چیز ہے کہ آپ نہ law and order کے قریب جاسکتے ہیں۔ نہ آپ development کے قریب جاسکتے ہیں۔ نہ آپ کسی کو حق دینے کے قریب جاسکتے ہیں۔ آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ آپ کا کام نہیں ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ

میری سب سے پہلی تجویز law and order کے حوالے سے۔ جتنے بھی ہم ایک دوسرے پر الزامات لگا لیں۔ جب باہر نکل جاتے ہیں یا میرا بھائی کا خون نہ بے گا۔ یا سردار مصطفیٰ کا خون بھائی کا خون نہ بے گا۔ یا بابت کا بھائی اغوا ہو جائے گا یا کوئی اور۔ یہ سب ہمارے مسئلے ہیں۔ گزرے ہوئے بھی ہمارے بھائی ہیں جو ابھی ہیں وہ بھی ہمارے بھائی ہیں۔ لیکن سو دفعہ ہم ایک دوسرے پر الزام لگا لیں۔ جب باہر نکلتے ہیں تو ہم سب ایک دوسرے کے غم اور خوشی میں برابر کے شریک ہیں۔ تو اس حوالے سے میری تجویز یہ ہے۔ اور اس پر جتنی بھی جلدی ممکن ہو ڈاکٹر صاحب اور حکومت اس پر پالیسی بنا دے۔ اور بلوچستان کے مفاد میں عوام کے خون بند کرنے کے مفاد میں۔ اور عوام کو امن دینے کیلئے ہم اپوزیشن کی طرف سے ڈاکٹر صاحب اور حکومتی بیچوں کے ساتھ ہیں۔

وَآخِرُالدُّعَا نَا عَنِ الْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ مولانا صاحب۔

قائد ایوان: جناب اسپیکر صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی قائد ایوان صاحب۔

قائد ایوان: مولانا صاحب ہوں یا دوسرے ہمارے اراکین ہوں۔ میں انکے ہر لفظ کو لکھ رہا ہوں۔ اور آدھا گھنٹہ پوزیشن لیڈر نے تقریر کی۔ واسع صاحب! ہم آپ کی تجاویز لیکر policy بنائیں گے۔ طریقہ کار تو جمہوری، عوامی ملکوں میں یہی ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ہم policy بنا کر آپ پر impose کر لیں۔ تو میری گزارش ہے کہ آپ نے اس مسئلے کے حل کیلئے کوئی تجویز نہیں دی۔ میں اُسکی باتوں پر تنقید نہیں کرونگا۔ بعد میں جو جواب دینا ہوگا وہ میں دے دوں گا۔ لیکن میری گزارش ہے کہ ہم نے جو یہ debate دو دن کیلئے رکھی ہے۔ اس لیے کہ ہم اس مسئلے کو بالکل in depth analysis کریں اور تجاویز دیں۔ وہ تجاویز پھر ہم لیکر حکومتی policy بنائیں گے۔ otherwise یہ ویسے ہی ”گفتن، نشستن و رفتن“ والی بات ہوگی۔ تو میں، اب بھی اگر مولانا صاحب کے پاس نہیں ہیں۔ میں اُس سے پھر درخواست کرتا ہوں کہ کل وہ چیزیں لیکر آئیں۔ تاکہ وہ تجاویز ہم policy میں شامل کر کے، اس مسئلے کیلئے۔ مجھے اختیار ہے یا نہیں ہے۔ وہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ لیکن ہمیں House کے حوالے سے بالکل solid تجاویز لیکر اُن پر ہمیں عملدرآمد کی ضرورت ہے۔ یہ میری گزارش ہے۔ بیشک کل وہ پیش کریں۔ لیکن اپوزیشن لیڈر کی طرف سے کچھ تجاویز آنی چاہئیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مہربانی جناب۔ محترمہ یا سیمین اہڑی صاحبہ! تقریر کے ساتھ ساتھ تجاویز بھی دیتے رہیں

تاکہ گورنمنٹ کیلئے آسانی ہو۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: شکریہ جناب اسپیکر۔ آج کے اس اہم موضوع پر معزز اراکین نے اپنی اپنی رائے دی ہے۔ کچھ نے تو detail میں روشنی ڈالی۔ کچھ نے مختصراً اپنی تجاویز دیں۔ لیکن میری جو ایک knowledge ہے۔ ایک طالب علم کی حیثیت سے میں سمجھتی ہوں کہ بلوچستان کا مسئلہ اتنا آسان نہیں ہے۔ جناب ڈپٹی اسپیکر: ممبر صاحبان آپس میں بات نہ کریں۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: بلوچستان کے مسئلے کو اگر ہم نے سمجھنا ہے پرکھنا ہے تو میرے خیال میں اسکے پورے سیاق و سباق، پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم سرسری دیکھیں گے تو پھر لازمی بات ہے حل بھی ہمارے پاس سرسری ہوگا۔ کہ جی بلوچستان کا مسئلہ اس سے حل ہوگا کہ آپ جی law enforcement agencies کی تنخواہوں میں اضافہ کریں یا آپ A اور B areas کو الگ کریں۔ میں سمجھتی ہوں کہ بلوچستان کے حل کیلئے اگر آپ serious ہیں اور یہاں امن وامان کا مسئلہ آپ کو ایک issue لگ رہا ہے لیکن اسکے پیچھے ایک پوری حکمت عملی کارفرما ہے۔ اسکے پیچھے ایک پوری نیت ہے جو کہ کام کر رہی ہے۔ وہ یہ نہیں ہے کہ کوئی اغوا ہو گیا کہیں پر لاش گر گئی کہیں پر کسی کے ساتھ زیادتی ہو گئی تو اسکو ہم اس طرح relate کر رہے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ being a Senior Members ہمیں بلوچستان کے اس issue کو serious طور پر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ آج اگر بلوچستان جل رہا ہے آج اگر ہماری ماؤں کی گودیں اُجاڑی جا رہی ہیں۔ آج جتنی زیادہ تعداد میں ہمارے بچے یتیم ہو رہے ہیں۔ آج ہماری بیٹیوں کو بیوہ کیا جا رہا ہے آج ہمارے جو بھائی ہیں انکو اُنکے بھائیوں سے دُور کر کے اُنکو شہید کر کے اُنکے بازوؤں کو جو کاٹا جا رہا ہے کٹوایا جا رہا ہے۔ تو یہ اتنا آسان نہیں ہے کہ ہم اسکے لئے ایک دو گھنٹے اپنے style میں جذباتی تقریریں کر کے ہم لوگوں کے دل جیت لیں اور یہ کہیں ”کہ ہم نے جی اپنی contribution دے دی۔ یا ہم نے اپنا حق ادا کیا“۔ جناب اسپیکر! اگر ہم نے اپنا حق ادا کرنا ہے تو ہمیں realistic بنیادوں پر بات کرنی ہے جو حقیقت ہے حقیقت کو ہم نے بیان کرنا ہے کسی ایک خاص مخصوص طبقے کو ہم نے خوش نہیں کرنا ہے جو کہ ہم پچھلے چونسٹھ، پینسٹھ سالوں سے کرتے آ رہے ہیں۔ اگر بلوچستان کا مسئلہ آپ نے دیکھنا ہے تو یہ مسئلہ آج کا نہیں ہے۔ جس طرح سے یہاں ہمارے معزز رکن نے کہا کہ بلوچستان کا 1948ء سے اس ملک کے ساتھ کمزور basis پر الحاق کیا گیا ہے۔ وہ basis اتنے کمزور تھے مضبوط نہیں تھے۔ اُسی وقت سے یہ جو آپکو resistance نظر آ رہے ہیں بلوچستان میں یہ آج کی پیداوار نہیں ہے یہ 1948ء سے الحاق کے دُور سے لیکر اب تک وہ چلی آ رہی ہیں۔ ہاں اسیں وہ شدت جو آپ کہہ سکتے ہیں وہ ابھی ہمیں نظر آ رہی ہے نواب اکبر خان گٹی صاحب کی شہادت کے

بعد جو اسمیں شدت نظر آرہی ہے۔ جب یہ issue internationalize ہو جب اقوام متحدہ میں یہ زیر بحث آیا۔ تب پھر ہمارے حکمران اور اسٹیبلشمنٹ نے اسکو serious لیا۔ otherwise جو ہے وہ for granted لیتے رہے ہیں۔ ”کہ یہ عام سا مسئلہ ہے بلوچ ہے مطلب انکو red indians کی طرح ہم نے ایک کونے میں لگایا ہوا ہے ان بیچاروں کے پاس ایجوکیشن ہے نہ ہیلتھ ہے نہ روزگار ہے نہ نیٹ ورک ہے نہ کمیونیکیشن ہے۔ انکی اتنی دسترس اور اتنی approach کہاں ہوگی کہ وہ اپنی آواز کو اپنی voice کو بلند کر سکیں اور انکی آواز میں اتنی شدت کیسے آئیگی کہ یہ internationalize issue بن جائیگی۔“ تو میرے خیال میں جو ہماری اسٹیبلشمنٹ ہے حکمران ہیں انہوں نے اس مسئلہ کو بہت ہی غلط طریقے سے tackle کیا۔ بہت غلط understand کیا۔ اور آج وہ اسی کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ اگر اس مسئلے کو اُس وقت وہ serious لیا جاتا اسکو نیک نیتی سے لیا جاتا اُس وقت کی ہماری policies اور strategies نیک نیتی کی بنیادوں پر ہوتیں۔ اس ملک کی جب ہم main training کر رہے ہوتے اور بلوچستان کو بھی اُس planning میں integrate کرتے۔ community میں کہوگی ناں۔ الگ سی community deal نہیں کرتے تو شاید وہ حالات ہیں آج جو صورتحال ہے اس سے ہم دوچار نہیں ہوتے۔ جناب اسپیکر! نہیں سمجھتی ہوں کہ یہاں، کہ جس طرح سے انگریزوں کا جو قانون چلا آ رہا ہے۔ بلوچستان ایک قبائلی خطہ ہے ایک قبائلی صوبہ ہے۔ جس طرح سے انگریزوں نے بلوچستان کے عوام کو control کرنے کیلئے جو strategy اپنائی تھی۔ کہ جی یہاں کے جو قبائلی سردار ہیں انکو دو چار روپے دو، انکو خوش کرو۔ انکو incentives دو۔ انکو مضبوط کرو۔ تاکہ یہ انہی کے ذریعے سے یہاں کے عوام کو آسانی سے control کیا جائے۔ بجائے کہ اتنے بڑے crowd کو آپ control کریں۔ اُس سے بہتر ہے کہ چند اپنے agent آپ پال رکھیں انکو آپ خوش کریں۔ اور انہیں کے ذریعے سے حکومت کریں۔ میں سمجھتی ہوں کہ آج بھی بلوچستان میں وہی سلسلہ وہی انگریزوں کی strategy ہمارے حکمرانوں نے ہماری اسٹیبلشمنٹ نے سول اور جو فوجی بیوروکریٹس نے اسکو جاری رکھا۔ بجائے یہ کہ اس مسئلے کو حل کر لیں اسکا مستقل بنیادوں پر ایک solution ڈھونڈیں۔ انہوں نے اس تسلسل کو جاری رکھا کہ جی لڑاؤ اور حکومت کرو۔ قبائلی نظام کو یہاں strong کرو۔ سردار جو یہاں بنے ہوئے ہیں انکو pluse کچھ کرائے کے سردار جیسے مشرف نے بنائے تھے۔ کہ جی بلوچستان کے مسئلے کو ہم جرجہ کی صورت میں حل کریں گے اور یہاں کرائے کے سردار بنا کر کے بٹھا دیئے ”کہ جی یہ بلوچستان کے سردار ہیں۔“

تو اگر یہی نیت رہے گی تو میرے خیال میں ہم یہاں بیٹھ کر تقریریں کریں گے۔ اچھی اچھی باتیں کریں گے۔ لوگوں کے دل جیت لینگے۔ کچھ desks ہم بجوائیں گے۔ اور واہ واہ کروائیں گے اسکے علاوہ میرے خیال میں اگر ہم یہاں کے واقعی اصل باسی ہیں۔ اگر واقعی ہمارا دل جلتا ہے۔ کیونکہ میں نے پہلے بھی اپنی تقریر میں کہا ہے جناب اسپیکر! یہ مکافات عمل ہے۔ آج ہماری اگر نیت اپنے عوام کیلئے بد ہوگی کل کو اسی بد نیتی کی آگ ہمارے اپنے گھروں میں جل سکتی ہے۔ کل کو ہمارے اپنے بچے بھی یتیم ہو سکتے ہیں۔ کل کو ہماری families-----۔۔۔۔۔ میر محمد عاصم کردگیلو: جناب اسپیکر! آپ کے توسط سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کرائے کے سردار کون تھے انکا نام تو لے لیں؟

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: اگیلو صاحب! میرے خیال میں میں اپنی بات complete کر لوں۔ اسکے بعد پھر۔

میر محمد عاصم کردگیلو: نہیں بی بی! اسپیکر کے توسط سے کہہ رہا ہوں کہ یہ کرائے کے سردار کون ہیں انکا نام لے لیں؟

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: وہ میں بھی سمجھتی ہوں اور آپ بھی سمجھتے ہیں۔ اسکو میرے خیال میں، جو میں بات کر رہی ہوں اسکے پس منظر میں آپ اسکو دیکھ لیں آپ اسکو ذاتیات میں نہ لیں۔ تو یہاں میں جو بات کر رہی تھی کہ اسٹیبلشمنٹ کی جو منفی strategy یا ایک mind set۔ اصل مسئلہ اُسکا ہے۔ اسکو ہم کیوں address نہیں کر رہے ہیں۔ ہم سرسری جیسے یہ carpet ہے یہاں اگر کوئی تنکا گرے گا یہاں اگر میں کاغذ گراؤں گی۔ آپ وہ تنکا اور کاغذ کو carpet کے نیچے، under the carpet اسکو چھپائیں گے۔ کبھی نہ کبھی یہی تنکوں یہی کاغذوں کے انبار لگ جائیں گے۔ کوئی باہر سے آ کے carpet اُٹھائے گا پھر آپکو وہ issue دکھائے گا پھر آپ وہ مسئلہ سمجھیں گے۔ otherwise آپ لوگوں کو دکھانے کیلئے شوشا کرنے کیلئے چیزوں کو under the carpet آپ چھپائیں گے اس سے مسئلہ حل نہیں ہوگا بلکہ مزید طول پکڑے گا جو کہ آج پکڑ چکا ہے۔ آج بلوچستان میں جو آپ آگ دیکھ رہے ہیں یہ آگ اور خون کی ہولی یہ اُسی کا تسلسل ہے۔ جناب اسپیکر! یہاں ایک بات جو کہ اہم ہے پتا نہیں کہ 118 جو agencies ہیں مطلب کام کر رہی ہیں جو کہ امن وامان سے related ہیں۔ کسی کو کچھ پتا نہیں کہ کون کیا کر رہا ہے۔ کس طرح کی انکی reporting mechanism ہے۔ انکا control کہاں سے ہے۔ انکی ڈور کہاں سے پکڑی جا رہی ہے۔ ہمیں پتا ہوتے ہوئے بھی ہم اپنی آنکھیں بند کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور میں آپکو جناب اسپیکر! یہ بات بتاؤں کہ آج

یہاں مسخ شدہ لاشوں کا جو سلسلہ ہے جتنے ہمارے نوجوان disappeared ہوئے ہیں۔ اُس میں بہت بڑا جو actor ہے وہ ہماری agencies ہیں جو so called مطلب جو agencies ہیں جو کہ یہاں اپنے ملک کے تحفظ کیلئے بنائے جا رہے ہیں۔ اُس میں کوئی anti establishment ہے کوئی pro establishment ہے کوئی anti Nawaz حکومت ہے کوئی pro Nawaz حکومت ہے۔ کوئی anti Peoples Party ہے۔ کوئی pro Peoples Party ہے۔ ہر کوئی اپنا game کھیل رہا ہے اور اُس game میں یہاں کے عوام پس رہے ہیں۔ اُس game میں یہاں کے عوام victamised ہو رہے ہیں۔ اسکو میرے خیال میں اگر آپ address کریں گے تو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ آپ صحیح حقیقی بنیادوں پر بات کریں۔ اگر تربت میں کوئی سیمینار ہوتا ہے۔ میں آپکو بتاتی ہوں کہ یہ disappearances یا جو ہمارے نوجوان ان کو کیسے اٹھائے جا رہے ہیں۔ ان میں کوئی غدار نہیں ہے کسی کو آج تک آپ نے غداری کا وہ نہیں کیا ہے کہ اُسے اٹھا لیا جائے۔ just یہ ہے کہ وہ اپنے rights کیلئے struggle کرتے ہیں۔ کسی سیمینار میں کسی بچے نے اٹھ کے اپنے حقوق کیلئے بات کی۔ اُس نے حکومت کو criticise کیا ”کہ بھئی! یہ حکومت نااہل ہے حکومت کی جو حکمت عملی ہے وہ biased ہے۔ اور یہاں کے جو حکمران ہیں وہ ایک chauvinist سوچ کے تحت اپنی ہی کسی ایک خاص مخصوص community کو develop کرنے کیلئے ہمارا استحصال کر رہا ہے۔ یہ باتیں ہوتی ہیں پھر وہ agencies کے جو بندے ہیں وہ اتنے capable نہیں ہوتے وہ اتنے قابل نہیں ہوتے کہ وہ ان چیزوں کو صحیح report کریں۔ وہ اپنے officials کو report کرتے ہیں کہتے ہیں ”جی تربت میں فلانا فلانا لڑکے غدار ہیں۔ انہوں نے اس طرح ریاست کے خلاف بات کی ہے“۔ حالانکہ There is a difference between state and government. اگر کوئی شہری حکومت کو criticise کرتا ہے تو یہ اُس کا حق بنتا ہے۔ یہ اُس کا جمہوری حق ہے۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ہماری agencies کے جو کارکن ہیں ظاہر ہے وہ کارکن بھی ہم ہی میں سے ہیں۔ کیونکہ آپ نے اتنی بیروزگاری، اتنا زیادہ لوگوں کو آپ نے مجبور کیا ہے کہ وہ آپ کے دوچار حکموں کے خاطر آپکی agencies میں آ کے حصہ بنتے ہیں۔ اُنکی capacity نہیں ہوتی کہ وہ چیزوں کو صحیح report کریں۔ اُنکی اتنی capacity نہیں ہوتی کہ وہ state اور government میں فرق کو جانیں۔ وہ آپکو report کریں گے۔ اور یہاں جو officials اور officers بیٹھے ہوئے ہیں غداری کا label لگا لیتے ہیں۔ ”کہ جی یہ تو state کا غدار ہیں“۔ جناب اسپیکر! وہ state کا غدار نہیں ہیں۔

وہ حکومت کو criticise کر رہے ہیں جو کہ اُنکا بنیادی اور جمہوری حق ہے۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ بھی ایک بنیادی وجہ ہے جو کہ contribute کر رہا ہے بلوچستان کے موجودہ مسئلہ کو۔ اور جب ہم اصل حقیقت سے آنکھیں پڑاتے ہیں۔ تو پھر ہم دوسرے چٹکلے چھوڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ بلوچستان کی سر زمین بہت زیادہ مہذب، پُر امن ہے۔ یہاں کے لوگ بہت زیادہ مضبوط اقدار، مضبوط اخلاق کے مالک ہیں۔ یہاں کوئی کسی کا دشمن کوئی کسی سے اس طرح میرے خیال میں غیر انسانی بنیادوں پر سلوک نہیں کرتا۔ جس طرح سے ایک transplant، جو transplanted issues ہیں جو ہمارے issues نہیں ہیں ہم پر impose کیئے گئے ہیں۔ ”کہ جی! یہاں بلوچ پشتون کا مسئلہ ہے“۔ میں سمجھتی ہوں کہ بلوچ جس طرح سے میرے لیئے قابل قدر ہیں اُس سے زیادہ میں پشتونوں کی عزت کرتی ہوں۔ کیونکہ اگر کوئی قوم کسی دوسری قوم کی عزت نہیں کرتی تو وہ بھی یہ expect نہیں کرے کہ اُسکی قوم کی عزت کی جائیگی۔ ہماری روایات ایک ہیں۔ ہمارے اقدار ایک ہیں۔ ہم ایک ہی معاشرے کے پیداوار ہیں۔ لیکن یہ ہے کہ کبھی ہمیں بلوچ پشتون کے نام پر لڑایا جاتا ہے کبھی ہمیں مذہبی فرقہ واریت کے نام پر لڑایا جاتا ہے کبھی یہاں sectarian violence کے نام پر کبھی یہ کہتے ہیں ”جی شیعہ سنی جھگڑا ہے“۔ شیعہ، اُنکے جو groups ہیں وہ پنجاب سے سفر کر کے آتے ہیں لیکن راستے میں اُنکو کچھ نہیں ہوتا۔ کوئی اُنکو hit نہیں کرتا۔ کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ لا کے مستونگ میں اُنکو target بنایا جاتا ہے۔ پھر کہتے ہیں ”جی یہاں کے لوگ دہشتگرد ہیں“۔ جو یہاں سے اتنا طویل فاصلہ وہ طے کرتے ہیں پنجاب کی حدود میں کیوں اُنکو hit نہیں کیا جاتا؟ دوسری جگہوں پر اُنکو کیوں hit نہیں کیا جاتا۔ آ کے آپ نے ایک کونہ پکڑا ہوا ہے کہ ”جی یہاں کے لوگ دہشتگرد ہیں“۔ اُرے جان بوجھ کے، جو ہمارا issue نہیں ہے آپ اُسکو ہمارا issue بنا رہے ہیں۔ آپ اُن مسائل کو ہمارے اندر جگہ دے رہے ہیں۔ جو کہ ہمارا matter ہے ہی نہیں۔ خدا کیلئے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان چیزوں کو آپ، جیسے کہ corruption کو جس طرح کہ پھیلا یا گیا ہے۔ اب یہاں، گیلو صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اُن سے معذرت کے ساتھ، جس طرح پچھلے دس سالوں میں یہاں corruption عروج پر پہنچ چکی تھی۔ یہ بھی جان بوجھ کے یہاں transplant کیا گیا ہے۔ کہ یہاں کے لوگوں کی development نہ ہوں۔ یہاں کے لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلیں۔ یہاں کچھ لوگوں کو، اُنکی جیبوں کو اُنکے pockets کو بھر کے، قومی cause کو نقصان دینے کی خاطر۔ کیا یہاں عدلیہ آندھی بیٹھی ہوئی ہے؟ اُنکو کچھ پتا نہیں کہ یہاں کیا ہو رہا ہے؟ یہاں کے جو حکمران ہیں اُنکو کچھ پتا نہیں کہ بلوچستان میں corruption عروج پر پہنچ چکی ہے۔ یہ میڈیا، یہ جو practical examples -

کیوں کسی نے آج تک اسکا notice نہیں لیا؟ اسلئے کہ یہ again وہی mind set ہیں جو ہمیں پسماندہ کرنے کے درپے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ”کہ جی corruption کی عادت انکو ڈال دو یہ ناسور ہے اسی نشے میں یہ لٹ پڑ جائے۔ تاکہ اس نشے کی دھول میں انکو اصل مسئلے دکھائی نہ دیں۔ تاکہ وہ اپنے عوام کیلئے کام نہیں کر سکیں“۔ یہ strategy اسکے پیچھے ہے۔ ظاہر ہے کہ آٹھ دس لوگوں کو آپ خوش کر لیگئے۔ اُسکے بل بوتے پر پورے صوبے پر آپ rule کر لیگئے۔ یہ تو میرے خیال میں ایک آسان حکمت عملی ہے۔ جو کہ یہاں apply کی گئی ہے۔ اور جس کے لئے جتنا رونا رویا جائے میرے خیال میں کم ہے۔ اسی طرح سے یہاں اغوا برائے تاوان، کس کو نہیں پتا کہ اغوا برائے تاوان، ویسے عام ایک گروپ کو کوئی جرأت نہیں ہوتی کہ وہ کسی بڑے آفیسر کو جا کے کسی کونے میں، قلعہ سیف اللہ میں یا دشت کی عام چھوٹی سی کھڑی میں بند کریں۔ جب تک اسکے پیچھے، اور اُسکے background میں لوگ موجود نہ ہوں۔ جب تک وہ strong آپکے وزیر، مشیر۔ ظاہر ہے پچھلی دفعہ جتنا اس ناسور کو پھیلا یا گیا، پیدا کیا گیا، انکو پشت پناہی حاصل تھی۔ اور A to Z سب کو پتا تھا۔ جناب اسپیکر! میں سمجھتی ہوں اپنی بات کو conclude کرتے ہوئے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: محترمہ! ایک منٹ آپ سنیں۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: جی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپکی تقریر بہت اچھی ہے۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: میں تقریر نہیں کر رہی ہوں sorry۔ اسکو آپ تقریر کہیں گے آپ میرے جذبات کو مجروح کرینگے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بات یہ ہے۔ ایک منٹ! سنیں ناں۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: جی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: یہاں آپکو floor دیا گیا ہے۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: جی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ بیشک تنقید بھی کریں۔ ساتھ ساتھ گورنمنٹ کو تجویز دے دیں۔ اور اس چیز کا بھی پتا ہونا چاہیے کہ آپ گورنمنٹ کے ممبر ہیں، آپ ہی کی گورنمنٹ ہے۔ پرانا جو ہوا ہے، وہ ہوا ہے، لیکن نیا کیا بہتر کرنا ہے۔ اگر آج کوئی لاش گر رہی ہے۔ تو آپ ہی اسکو بہتر بنا سکتے ہیں۔ آپ اس پر گورنمنٹ کو تجویز دیں کہ آپ کیا بہتر کر سکتے ہیں اور اُس میں آپکا کیا کردار ہونا چاہیے۔ اس پر ہم لوگوں کو آنا چاہیے اور تقریر اگر ہم لوگ

کرتے رہیں گے۔ یہ تو لمبا چلتا رہیگا۔ لیکن ہمیں تجویز دے دیں کہ گورنمنٹ بہتر کیسے کر سکتی ہے۔ یہ لائیں کیسے ہم لوگ روک سکتے ہیں۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: جناب اسپیکر! آپ نے بہت اچھی بات کہی۔ میرے خیال میں آپ، پتا نہیں میری بات کرنے کا style، شاید جو حقیقت پر بات کرتا ہے، وہ جذباتی ہو جاتا ہے۔ یہ تقریر قطعاً نہیں ہے۔ میں اسکا مخالف ہوں کہ کوئی آ کے تقریر کریں۔ اپنے الفاظ جاڑیں، اور وہ چلا جائے۔ میں حقیقت پر مبنی بات کر رہی ہوں۔ میں بالکل آپکو جو مسائل کا حل ہے، جو میری ایک کم knowledge ہے اُس پر میں بات کر لوں گی۔ لیکن یہ ہے کہ پہلے تو آپ مجھے سنیں تو سہی کہ اصل مسائل کیا ہیں۔ میں یہ کہہ رہی ہوں کہ یہاں اسمبلی میں صرف سرسری چیزوں پر بات نہیں کی جائے۔ اگر آپ in depth جائیں گے۔ آپ اگر کسی درخت کی جڑ کو ہی نہیں پکڑیں گے صرف پتے کاٹتے رہیں گے۔ تو اس کی جڑیں تو موجود ہیں جناب اسپیکر!

جناب ڈپٹی اسپیکر: اگر corruption کر رہے ہیں، تو آپکی گورنمنٹ ہے۔ پکو اس چیز کا پتا ہونا چاہیے۔ تو پرانے جتنے لوگ ہیں اُنکے خلاف کارروائی کریں اُنکو گرفتار کریں۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: جو مسائل کا درخت ہے، آپ جب تک اُس کی جڑ تک نہیں پہنچیں گے صرف پتے کاٹتے رہیں گے۔ اُسکی لڑیں کاٹتے رہیں گے۔ وہ درخت ہر دفعہ اُبھرے گا۔ وہ آئیگا اور آپکو مسالمتان سے دوچار کروائیگا۔ اسی لئے میں کہہ رہی ہوں کہ اسکو superficially نہیں دیکھنا چاہیے۔ اُسکو اُسکی اصل sense میں لینا چاہیے۔ اب آتے ہیں حل کی طرف۔ حل یہ ہے کہ پہلے جو میں نے بات کی کہ اگر اس ملک کے حکمران بلوچستان کے issue کیلئے، بلوچستان کے مسئلے کے لئے سنجیدہ ہیں۔ تو again میں رجیم زیارتوال صاحب کی بات کو second کرونگی جو اُس دن انہوں نے کی کہ اسٹیبلشمنٹ کو اپنا mindset تبدیل کرنا ہوگا۔ بلوچستان کو، بلوچستان کے باسیوں کو اپنے ساتھ اگر وہ بھائی سمجھیں گے، پاکستان کے عوام کے ساتھ integrate کرنے کیلئے وہ نیک نیت ہیں۔ اور ہمیں وہ main stream میں لانا چاہ رہے ہیں یاد دیکھنا چاہ رہے ہیں تو وہ اپنے mindset کو تبدیل کریں۔ خود بخود چیزیں آپ دیکھیں گے کہ یہاں بلوچستان میں صحیح ہوتی جائیں گی۔ دوسری میری تجویز یا حل یہ ہے کہ جو ایجنسیوں اور اُنکے جو کارکنان ہیں، اُنکی capacity building کہ اُنکو difference بتایا جائے کہ اگر کوئی بچہ، کوئی طالب علم حکومت کو criticize کرتا ہے تو It doesn't mean کہ وہ state کو criticize کر رہا ہے۔ تو آپ یہ فرق اگر اُنکو سمجھائیں گے ہمارے آدھے سے زیادہ لاشوں کے گرنے کا جو سلسلہ ہے، وہ بند

ہو جائیگا۔ یا جو disappearances کے cases ہیں وہ کم ہو جائیں گے۔ اسکے علاوہ یہ ہے کہ ہماری مسلح جدوجہد کرنے والے جو بھائی ہیں، وہ بھی main stacke holder ہیں۔ ہم آنکھیں بند کر کے کبوتر کی طرح کہیں ”کہ جی! ان سے بات نہیں کرنی، بس باقی چیزوں کو ہم نے دیکھنا ہے“ نہیں ہوگا اس طرح سے۔ اُنکو ہمیں table talk پر لیکر آنا ہوگا۔ اُنکو اپنی بات چیت کے ذریعے سے۔ کیونکہ طاقت کے زور کو آپ نے تو آزما لیا۔ 65 سالوں سے طاقت کے زور پر یہاں کے عوام کو آپ نہیں جیت سکے۔ اب خدارا! یہ ہے کہ پورے بلوچستان میں بڑے بڑے مسئلے ہیں۔ بڑی بڑی جنگیں ہوں آخر اُنکا حل table talk پر آیا ہے۔ تو اُنکو ہمیں لانا ہوگا مذاکرات کی میز پر اور بلوچستان کے مسئلے کو حل کرنا ہوگا۔ اگلی جو میری بات ہے کہ جتنی زیادہ ایجنسیز ہیں، مجھے نام نہیں پتا، مطلب اتنی زیادہ ایجنسیز ہیں کہ میں خود بھی نہیں جانتی۔ ایک پارلیمنٹین ہوتے ہوئے بھی مجھے نہیں پتا۔ اُنکا آپس میں کوئی ربط ہونا چاہیے۔ کہ بھئی! کونسی ایجنسی کس طرح رپورٹ کر رہی ہے؟ کیا ہو رہا ہے کیا نہیں ہو رہا؟ ایک umbrella کے under کام کرنا چاہیے۔ ہر کوئی اپنا ٹک ٹک چلا رہا ہے، مختلف ڈسٹرکٹس میں، یہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگلا یہ ہے کہ یہاں میرے خیال میں لوکل گورنمنٹ آرڈیننس پیش ہوا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ادھر ہمارے law and order کا مسئلہ ہو یا village سے لیکر یونین کونسل یا ڈسٹرکٹ کے جو مسائل ہیں ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔ میرے خیال میں اس ایوان کا کام نہیں ہے کہ فلا ناں village کو ہم discuss کر لیں۔ فلا ناں یونین کونسل کو۔ ہمارا کام قانون سازی ہے۔ قوانین کی implementation کو ensure کرنا ہے۔ accountability اور transparency کو ہم نے ensure کرنا ہے۔ اگر ہم نے local level پر لوگوں کو govern کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اور وہ بھی میں آپکو بتا دوں کہ party basis پر۔ کیونکہ اس سے پہلے میرے خیال میں جو بھی ہمارے مسائل سامنے آتے گئے ہیں، وہ غیر جماعتی طور پر انتخابات ہوئے ہیں۔ اور اُس میں بھی اسی طرح سے نام نہاد لوگ آ کے لوکل گورنمنٹ سسٹم کو چلاتے رہے۔ اسی لئے اسکا تصحیح impact ہمیں نظر نہیں آیا۔ جبکہ 2006ء میں میثاق جمہوریت جب sign ہوا۔ جب محترمہ بے نظیر بھٹو، نواز شریف صاحب اور اُسکے ساتھ نیشنل پارٹی، پشتونخوا ملی عوامی پارٹی اور عوامی نیشنل پارٹی بھی اُسکا حصہ تھیں۔ تو اُس میثاق جمہوریت کا شق نمبر 10 اُس میں لوکل گورنمنٹ سسٹم کو جماعتی بنیادوں پر بحال کرنا۔ غیر جماعتی بنیادوں پر نہیں، تاکہ لوگوں کو govern کرنے کا، rule کرنے کا موقع ملے۔ اور اُنکو آپ ایک umbrella کے تحت ایک پلیٹ فارم میں لے کے آئیں۔ تاکہ آپ اُنکو control کر سکیں۔ اچھا دوسرا یہ ہے کہ اُنکو مالی اور انتظامی اختیارات

full fledged اُگلو دینا۔ تو میں سمجھتی ہوں یہاں وہی law and order کے مسئلے کو بھی وہ دیکھ سکتے ہیں۔ وہاں لوکل گارڈسٹم کو وہ introduce کر سکتے ہیں۔ یہاں سے اگر ہم سینٹر سے ہر چیز کو control کریں گے تو وہ شاید نہیں ہوگا۔ تو ہم نے ان چیزوں کی implementation کو ensure کرنا ہے۔
thank you.

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ محترمہ۔ جی آغا لیاقت صاحب!

آغا سید لیاقت علی: بہت افسوس کی بات ہے کہ قائد حزب اختلاف نے تقریر کی اور اسکے فوراً بعد وہ چلے گئے۔ جناب! اُنکی تقریر کے ایک، دو نکتے پر مجھے بولنا ہے۔ نمبر 1 مولانا صاحب نے یہ کہا ”کہ اس House کو سب دھوکہ دے رہے ہیں“۔ یہ بڑی غلط بات ہے۔ House کو کوئی دھوکہ نہیں دے رہا۔ مولانا صاحب یا کوئی دوسرا اگر دینا چاہیں دھوکہ، تو یہ اُنکی غلط فہمی ہے وہ اس پر معذرت کریں۔ ہم House کو دھوکہ نہیں دے رہے ہیں۔ نمبر 2 مولانا صاحب نے کہا ”کہ سپریم کورٹ نے آج کہا یا کل کہا کہ جی یہ حکومت بھی fail ہو گئی ہے“۔ یہ غلط بات ہے۔ سپریم کورٹ نے اس پر۔۔۔۔۔

مفتی گلاب خان کاکڑ: point of order.

آغا سید لیاقت علی: point of order پر میں بول رہا ہوں آپ نہیں بول سکتے۔ آپ میرے بعد بولیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مفتی صاحب! آپ بیٹھیں۔ وہ point of order پر ہیں۔

آغا سید لیاقت علی: نہیں۔ آپ غلط کہہ رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مفتی صاحب! آپ بیٹھ جائیں۔

آغا سید لیاقت علی: سپریم کورٹ نے یہ کہا۔ آپ دھوکہ مت دیں۔ آپکے لیڈر نے admit کیا کہ آپ House کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ آپ بیٹھ جائیں۔ مائیک اس وقت میرے پاس ہے۔ سپریم کورٹ نے یہ کہا ہے، یہ نہیں کہا ہے۔ previous government کو جب انہوں نے نااہل کیا تھا، تو وہ corrupt government تھی۔ سپریم کورٹ نے یہ کہا کہ ”میں اُسکو معطل کرتا ہوں۔ لیکن chance دیتا ہوں“۔ وہ corruption پر تھا۔ سپریم کورٹ نے کل remarks دیئے، وہ اُن لوگوں کے سلسلے میں ہے جو اغوا ہو کر کے یا مسخ شدہ لاشیں ہیں۔ انہوں نے کہا ”کہ اس گورنمنٹ نے دو مہینے میں وہ کام نہیں کیے جس کی سپریم کورٹ توقع کر رہا تھا“۔ یہ کہا ہے سپریم کورٹ نے۔ مولانا صاحب نے یہ بات بالکل غلط کی۔ اُنکی گورنمنٹ جس وقت تھی، یہ corrupt تھی۔ corruption پر سپریم کورٹ نے یہ کہا ہے ”کہ یہ چیز ہوئی

ہے۔ لہذا record درست کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ امن وامان کیلئے دو دن رکھے تھے، آج اور کل۔ ممبران صاحبان ایک تو time کی پابندی کریں تاکہ سب کو بولنے کا موقع مل جائے۔ اور ساتھ ساتھ تجاویز بھی دے دیں۔ تاکہ، یہ آپ کی گورنمنٹ ہے یہ آپ کی تجویزوں کے مطابق بہتر فیصلے کر سکے تاکہ بلوچستان میں امن وامان کا جو گمبھیر مسئلہ ہے، وہ اسکو حل کر سکے۔ تو باضابطہ شدہ تحریک التوا پر دو گھنٹے بحث مکمل ہوئی ہے۔ باقی ارکان کل مورخہ 28 اگست کے اجلاس کے ایجنڈے میں صوبے کے امن وامان پر مجموعی بحث میں حصہ لے سکتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (قائد ایوان): جناب اسپیکر! میری ایک گزارش ہے۔ باقی دوستوں سے بھی کہ کل کا ایجنڈا ہم کم رکھیں۔ اسی پر، جس کو کوئی پوائنٹ آف آرڈر لانا ہے، کوئی دوسری چیز۔ کیونکہ اسکو ہم دو گھنٹے سے زیادہ dilate نہیں کریں گے۔ تو وہ ہماری discussion ختم نہیں ہے۔ میری گزارش ہے دوستوں سے کہ کل ہم اسی ایجنڈے پر زیادہ بولیں۔ اور جو بھی آپ ٹائم الاٹ کریں گے 10 منٹ۔ کیونکہ آج تو open تھا۔ تیس تیس، چالیس چالیس منٹ بول رہے تھے۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ کل کیونکہ بڑا important ہے۔ ہماری تمام جو حکمت عملی ہوگی اسی کل کی discussions پر ہوگی۔ تو آئیں اگر باقی آپ وہ even کم کرتے ہیں۔ جو ہاؤس آف برنس کے rules ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس پر چار، پانچ گھنٹے اگر آپ بولیں گے۔ تو شاید تمام لوگ کی sense of participation ہوگی۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)

جناب ڈپٹی اسپیکر: اُس میں زیادہ بولنے کا موقع ملے گا۔ گھل کے بات کریں۔

میر محمد عاصم کر دگیلو: جناب اسپیکر! شام کے time اچھا ہے نا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شام کو بہت جلدی ختم ہو جاتا ہے۔ صبح صبح ہے، جس طرح آپ کہیں۔ امن وامان کا بھی مسئلہ ہے، شام کو نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (قائد ایوان): آپ ویسے بھی شام کو آتے ہیں یا! چھوڑو ایجنڈا complete

نہیں ہوگا۔ sir ایجنڈا ہمارا complete نہیں ہوگا۔ کل گیارہ بجے کا sir ایجنڈا آ گیا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اب اسمبلی کا اجلاس کل مورخہ 28 اگست 2013ء بوقت صبح گیارہ بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس شام 5 بجکر 12 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

ختم شد